جلد 19 شمارہ 3 ماہ مارچ 2017ء جمادی الثانی 1438ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت

اللہ

محبّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالی کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت

نگران وسرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر	احمد رضا خان 0321-6400942
معاون مدیر	خالد محمود بخاری 0300-7374750
نائب مدیر	سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فہد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ 30/- روپے ❀❀❀ سالانہ فنڈ 300/- روپے

اس شمارے میں

سالانہ کنونشن

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا روح پرور سالانہ کنونشن

21، 22 اپریل 2017ء

بروز جمعہ، ہفتہ کو منعقد ہوگا

اللہ کے قرب اور اس کی رضا کے حصول کی خاطر، تزکیہ
نفس اور اصلاح قلب کی ان مجالس میں اہتمام کے
ساتھ شرکت فرما کر انوار و برکات سے مستفیض ہوں۔

بمقام

مرکز تعمیر ملت

وحید کالونی نزد کوٹ شاہاں (پیرو شہید بس سٹاپ)

جی ٹی روڈ **گوجرانوالا**

رابطہ نمبر 0303-0466321

عقیدت کے پھول

نبی ﷺ کے ذکر سے دل کو سرور ملتا ہے
کہ دور رہ کے بھی کیفیت حضور ملتا ہے

یہ بزم وہ ہے کہ جس بزم کے جھروکوں سے
یقین کو روشنی ، ایمان کو نور ملتا ہے

گناہگاروں کو باغ بہشت کا مژدہ
بہ نام شافع یوم النشور ملتا ہے

یہ رہگور ہے مدینے کی اس کا کیا کہنا
تجلیوں کا مسلسل ظہور ملتا ہے

نبی کے نام کی لذت پہ ہو درود و سلام
زباں کو لطف شراب طہور ملتا ہے

جہاں میں اور کہیں بھی سکوں ملے نہ ملے
مگر مدینے پہنچ کر ضرور ملتا ہے

یہ اپنی اپنی طلب ہے جہاں میں اے ماہر
کسی کو عجز ، کسی کو غرور ملتا ہے

ماہر القادری

استغفار، توبہ اور اصلاح احوال

(محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ نفس لگا دیا ہے، جس کی ان گنت خواہشات کے پیچھے بھاگتا ہوا انسان اگر اپنے خالق و مالک ہی کو بھول جائے تو وہ اس عالم رنگ و بو میں کھو کر رہ جاتا ہے۔ اسے یہ بھول ہی جاتا ہے کہ میں کون ہوں، کہاں سے آیا ہوں، مجھے کہاں جانا ہے اور اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوسری مخلوقات سے برتر اور منفرد اپنی محبت کا جوہر عطا فرمایا تو اس کی پرکھ اور آزمائش کیلئے شیطان اس کے مقابل آ کھڑا ہوا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اولادِ آدم کے خلاف اپنا منشور بیان کرتے ہوئے کہا کہ: ''میں بھی صراط مستقیم پر ان کیلئے بیٹھوں گا اور انسان کے آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے آ ؤنگا اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا''۔ (الاعراف۔16 تا 17)

شیطان کے حملوں سے بچنے کیلئے درج آیت مبارکہ کو اپنے دل میں بٹھالیں جس میں ذکر کے ساتھ ہی شکر کی تاکید کی گئی ہے۔

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ o (البقرة. 152)

''یعنی تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میری ان گنت نعمتوں پر شکر اور احسان شناسی کرتے رہنا اور کبھی ناشکری نہ کرنا''۔

کیونکہ شکر ایمان کی اور ناشکری اور احسان فراموشی کفر کی راہ اور شیطان کی اتباع ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے اسی ضمن میں ایک مختصر سی دعا ہر نماز کے بعد پڑھنے کی تلقین فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

ترجمہ ''یا اللہ! اپنے ذکر، اپنے شکر اور حسن بندگی کیلئے میری مدد فرما''۔ اللہ تعالیٰ کے شکر کی

بات توبر سبیل تذکرہ بیچ میں آ گئی ۔ ہم یہ بیان کر رہے تھے کہ اس خارزار حیات میں نفس اور شیطان کی وجہ سے ہر ہر قدم پر انسان کو راہ حق سے ہٹانے کے سامان موجود ہیں۔ جن کی وجہ سے اس سے کوتاہیاں اور لغزشیں سرزد ہوتی اور بار بار ہوتی ہیں ۔حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ تمام بنی آدم خطا کار ہیں لیکن بہتر خطا کار وہ ہے جو اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے (مشکوۃ شریف) توبہ کی فضیلت میں یہ بھی آپ کا فرمان عالیشان ہے کہ ''اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ سے اس بدو کی نسبت زیادہ خوش ہوتے ہیں جسے خطرناک جنگل میں نیند آ جائے اور جب جاگے تو اپنے اونٹ کو جس پر اس کا زادِ راہ اور سرمایہ لدا ہوا تھا موجود نہ پائے ۔ وہ گھبرا کر اس کی تلاش شروع کر دے اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہ حال ہو جائے کہ بھوک اور پیاس کے سبب موت کا خطرہ لاحق ہو جائے ۔ وہ مایوس اور مرنے کیلئے تیار ہو کر اپنی جگہ پر واپس آ جائے اور سو جائے ۔ اچانک اس کی آنکھ کھلے تو اس کا اونٹ بمع سامان کے موجود ہو''۔

سبحان اللہ ! کیسے دلکش انداز میں انسان کیلئے اللہ تعالیٰ کی بیکراں محبت کا اظہار اس حدیث شریف میں کیا گیا ہے ۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت ہے کہ اس نے توبہ کا دروازہ کفار، منافقین اور گنہگار مسلمین کیلئے کھلا رکھا ہے وہ جب چاہیں اپنی سرکشی اور غفلت کو چھوڑ کر اس کی مغفرت اور رحمت کے دامن میں پناہ لے سکتے ہیں ۔

توبہ کی اصل اپنے گذشتہ اعمال پر ندامت و شرمندگی کا اظہار اور آئندہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں زندگی گزارنے کے عزم کا نام ہے ۔ جو انسان گنہگاری کی روش چھوڑنے کا ارادہ نہیں رکھتا اور منہ سے توبہ توبہ کی تکرار کرتا ہے وہ گویا اللہ کے حضور توبہ کا مذاق اڑاتا ہے آپ اگر غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ توبہ سے متعلق آیات میں استغفار توبہ اور اصلاح کی ترتیب قائم رکھی گئی ہے ۔ اِس سے ثابت ہوا کہ سب سے مقدم استغفار یعنی گزشتہ گناہوں کی معافی طلب کرنا ہے ۔ اس کے بعد توبہ ہے یعنی سرکشی کی روش ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی حدود کے مطابق تقویٰ اختیار کرنے کا مصمم ارادہ۔ جب زندگی کا رُخ بدلے گا، ارادے نیک ہو جائیں گے

تو اعمال واحوال میں بھی یقینی تبدیلی آئے گی۔انسان کے اندراس طرح کی انقلابی تبدیلی اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب اس کے دل میں اپنی اصل اور مقصود حیات کی حقیقت روشن ہو جائے اور خلاف شریعت زندگی گزارنے کے روحانی نقصانات اور اپنی منزل سے دور ہو جانے کا احساس پیدا ہو جائے۔توبہ کی مثال یوں سمجھیں کہ آپ کسی دعوت میں بہت ہی خوش رنگ اور لذیذ کھانا خوب مزے لے لے کر کھا رہے ہوں اور اچانک صاحب خانہ گھبرائے ہوئے نمودار ہوں اور یہ اعلان کردیں کہ خانساماں کی غلطی سے اس کھانے میں نہایت ہی مہلک زہر شامل ہو گیا ہے۔ یہ سن کر آپ کا ردعمل کیا ہو گا۔آپ فوراً کھانے سے اپنے ہاتھ روک لیں گے اور جو کھا چکے ہیں اس پر پچھتائیں گے اور اس کے مضر اثرات زائل کرنے کیلئے کسی اچھے طبیب کی طرف دوڑیں گے اور دوبارہ اس کھانے کا ایک لقمہ لینے سے بھی دور بھاگیں گے۔یہی حال سچی توبہ کرنے والے کا ہوتا ہے۔

اہل ایمان کیلئے یہ بات کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے کہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی اللہ کے احکام کو نظر انداز کرتے رہیں اور نفس کے غلام بن کر رہ جائیں یا شیطان کے اس فریب میں آ جائیں کہ ابھی تو بہت عمر پڑی ہے اور توبہ کا دروازہ تو ہر وقت کھلا ہے اس لئے جوانی میں کسی نہ کسی طرح دنیا کا مال اکٹھا کرلیں چاہے وہ رشوت، چوری اور سمگلنگ کے ذریعے ہی سے کیوں نہ ہو پھر آخری عمر میں حج پر چلے جائیں گے اور توبہ کر کے سارے گناہ معاف کرالیں گے۔حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”ایک بندہ دوردراز سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد پریشان بالوں اور غبار آلود کپڑوں کے ساتھ بیت اللہ کے سامنے ہاتھوں کو بلند کئے یا ربّ! یا ربّ پکارتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کی پکار نہیں سنتا۔کیونکہ اس کا لباس حرام کا ہے، اس کی غذا حرام کی ہے اور اس کے جسم کی پرورش حرام سے ہوئی ہے“۔شیطان کے اس طرح کے مکروفریب سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔غیر یقینی زندگی کے بھروسہ پر توبہ کو التوا میں ڈالے رکھنا اور حرام کی کمائی سے حج مقبول کی اُمید رکھنا نفس کا دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے۔اس طرزِ عمل سے رسوائی اور ذلت کے

سوا کچھ نہ ملے گا۔توبہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

ترجمہ: ''بے شک جو لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے اور پھر کفر کی روش میں بڑھتے چلے گئے ایسوں کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی اور یہ لوگ گمراہ ہیں۔جو لوگ کافر ہو گئے اور کفر ہی کی حالت میں مر گئے وہ اگر بدلے میں زمین بھر کر سونا دیں تو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ان لوگوں کیلئے دُکھ دینے والا عذاب ہوگا اور ان کی کوئی مدد نہیں کرے گا''۔(آل عمران 90 تا 91)

''اللہ انہی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی سے بری حرکت کر بیٹھتے ہیں۔پھر جلد توبہ کر لیتے ہیں۔پس ایسے لوگوں پر اللہ مہربانی فرماتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا اور حکمت والا ہے اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو ساری عمر برے کام کرتے رہے یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آموجود ہو تو اس وقت کہنے لگے کہ میں اب توبہ کرتا ہوں۔اور نہ ان کی توبہ قبول ہوتی ہے جو کفر کی حالت میں مریں۔ایسے لوگوں کیلئے ہم نے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے''۔

(النساء۔17 تا 18)

''اور وہ لوگ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور برائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں۔اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے اور وہ جان بوجھ کر اپنے اعمال پر اڑے نہیں رہتے''۔(ال عمران۔135)

توبہ کی اقسام: کچھ انسان تو اللہ تعالیٰ کے صراط مستقیم پر آتے ہی نہیں مثلاً کفار و مشرکین۔ کچھ اہل ایمان اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں کے مطابق اللہ کی راہ میں کوشش کرنے کی بجائے غفلت اور سستی کے مرتکب ہوتے ہیں۔اس لئے ہر طبقے کی توبہ کے مدارج ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔کفار کی توبہ یہ ہے کہ کفر کے اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آجائیں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَأُوْلَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيماً o (الفرقان۔70)

ترجمہ: ''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیئے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا۔اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے''۔

اس کے بعد منافقین ہیں جو بظاہر ایمان لے آتے ہیں لیکن سچے دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت قبول نہیں کرتے۔وہ نمازیں بے دلی کے ساتھ صرف لوگوں کو دکھانے کیلئے ادا کرتے اور اللہ کا ذکر بھی بہت کم کرتے ہیں۔ (النساء۔142)

اس قسم کے دھوکے انجان انسانوں کو تو دیئے جاسکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جو سینوں کے بھید جاننے والا ہے اس کے ہاں تو خالص دین ہی قبولیت پاتا ہے۔چنانچہ منافقین کی توبہ کے بارے میں ارشاد ہوا:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَلَهُمْ نَصِیْرًاo اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًاo(النساء .145تا 146)

''کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہونگے اور آپ ان کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔ہاں جنہوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کو درست کیا اور اللہ کو مضبوط پکڑا اور اپنے دین کو اللہ کیلئے خالص کرلیا تو ایسے لوگ مومنین کے زُمرے میں ہونگے اور اللہ عنقریب مومنوں کو بڑا اجر عطا فرمائے گا''۔

اب اہل ایمان کی توبہ کا ذکر ہے کہ جب ان سے نادانی یا بھول کی وجہ سے کوئی خطا یا گناہ ہو جائے تو وہ فوراً توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیتے ہیں۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنَ عَمِلُوْا السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْا اِنَّ رَبَّکَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌo (النحل .119)

''پھر جن لوگوں نے نادانی سے کوئی برا کام کیا پھر اس کے بعد توبہ کی اور نیکوکار ہو گئے تو تمہارا رب اس حال کے بعد ان کو بخشنے والا اور ان پر رحمت کرنے والا ہے''۔

اللہ والوں کی توبہ کبر وریاء اور ہوا وہوس جیسی قلبی بیماریوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں غفلت اور سستی سے بھی ہوتی ہے۔اس کے علاوہ اپنے درجہ کمال یا مقام محمود سے پہلے کسی مقام پر رک جانے سے بھی توبہ کرتے رہتے ہیں۔

اللّٰہ تعالیٰ کے قرب و دیدار اور اس کی رضا کے طالبوں کی توبہ گناہوں کی بجائے ان کوتاہیوں سے ہوتی ہے جو اس کے قرب کے حصول میں سرزد ہو جاتی ہیں اور جن کا ذکر قرآن کریم میں یوں آیا ہے:

اَلَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُ وْنَo وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَo(الماعون۔6تا7)

''جو ریاکاری کرتے ہیں اور برتنے کی چیزیں عاریۃً نہیں دیتے''

وَلَاتَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِo(ص۔26)

''اور خواہش کی پیروی نہ کرنا وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی''۔

وَاذْکُرُاللّٰهَ کَثِیْراً لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَo(الجمعہ۔10)

''اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تا کہ نجات پاؤ''۔

وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًاوَّقِیَاماًo(فرقان۔64)

''اور جو اپنے رب کے آگے سجدے اور قیام میں راتیں بسر کرتے ہیں''۔

وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰالِکَ هُوَالْفَضْلُ الْکَبِیْرُo(فاطر۔32)

''اور ان میں سے کچھ اللہ کے حکم سے نیکیوں میں دوسروں سے آگے نکل جانے والے ہیں اور یہ بہت بڑا فضل ہے''۔

ان سب سے بلند اور ہمارے گمان و قیاس سے ماوراء اللہ کے رسول ﷺ کے استغفار اور توبہ کا معاملہ ہے اور عام انسانوں سے اس کی کوئی مماثلت نہیں ہوتی۔اس لئے ادب کا تقاضہ یہی ہے کہ اس میدان میں عقل کے گھوڑے دوڑانے سے باز رہا جائے۔

نقوشِ مہر ووفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

مرتب: سید رحمت اللہ شاہ

باباجانؒ سے پوچھا گیا کہ تعمیر ملت میں قبلہ انصاری صاحبؒ نے ایک جگہ لکھا ہے ایتھر کے حوالے سے کہ اس کی تسخیر ہو جائے تو یہ ہوگا۔ کافی سارے کام لکھے ہیں کہ مادّہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوگا۔ اس حوالے سے انہوں نے زبانی کوئی بات نہیں کی کبھی؟

باباجانؒ نے فرمایا: Theory تو تھی ناں وہ ایتھر ایک میڈیا ہے۔ مادّے کی فائن ترین صورت جو ہے وہ ایتھر ہے۔ اس کے بعد مادہ Condense ہو کر مادّہ بنتا ہے۔ جیسے اب ہوا ہے یہ پندرہ سولہ یا بیس میل تک یہ کرّہ فضا کا، ہوا ہے۔ ادھر بڑی Dense ہے۔ جیسے اوپر جائیں گے یہ تقسیم ہوتی جاتی ہے۔ Pressure اس کا کم ہوتا چلا جاتا ہے، پھر وہ ہے لیکن کسی حد تک ہے۔ Certain حد تک ہے پھر بغیر ہوا کے خلاء کے۔ لیکن وہ جو ایتھر والی بات ہے اس میں Electronics کی سمجھ لیں کہ اس میں لطیف ترین فضاء Electronically موجود ہے، جس میں سگنلز بھی جاتے ہیں اور یہ ساری روشنی بھی اس میں Travel کرتی ہے اور چاند سے بھی Transmitor آتے ہیں۔ ایسا ایک وجود جو ہے ساری کائنات میں پھیلا ہوا ہے جو دکھائی نہیں دیتا لیکن الیکٹرونک فضاء جو ہے موجود ہے۔ ایتھر ہے۔ مادے کی لطیف ترین حالت ایتھر ہے۔ وہ آگے Condense ہو کے الیکٹرون بعد میں بنا ہے۔ اب جس کو انہوں نے Quartz کہا ہے۔ Quartz سے باہر کے ایٹم سے چھوٹے Electroprotons سے بھی چھوٹے ویسے Particles ہیں۔ اس سے بھی لطیف ترین یہ Particles پوری کائنات میں Exist کر رہے ہیں۔ اسی سے Signals آتے ہیں، اسی سے Lights آتی ہیں، باہر سے احکامات ایک سیارے سے دوسرے میں اس کے Through آتے ہیں۔ یہ موجود ہے۔

ہماری Communication بھی انہیں کے Through ہوتی ہے جو موبائل پر ہے۔ یہ شعاعیں ریڈیو اور ٹیلی ویژن میں بھی اسی کے Through آتی ہیں۔ایک سیارے سے دوسرے سیارے میں بھی وہ جس میڈیم سے گزر کر جاتی ہیں وہ ایتھر ہے۔ایک سیارے سے دوسرے سیارے پر اس میں بھی ایتھر ہے۔یہ ساری کائنات میں Rule کر رہی ہے۔

باباجیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ) نے لکھا ہے کہ اللّٰہ اپنے کام کرنے والے بندوں کو ایتھر پر دسترس عطا فرمائے گا۔ جناب محمد یعقوب صاحب توحیدی نے فرمایا کہ باباجیؒ کہتے تھے کہ انسان اس پر ریسرچ کر رہا ہے اگر اس پر دسترس ہوگئی تو انسان اِدھر اُدھر آ جا سکے گا۔

باباجانؒ فرمانے لگے: اس میں لکھا ہے کہ آنا جانا سب آسان ہو جائے گا۔انسان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا آسان ہوگا۔چاند پر آنا جانا معمول بن جائے گا۔یہ سارا کچھ۔ تو یہ ایتھر پر دسترس حاصل ہونے کے بعد کہا ہے کہ انسان اتنا Powerful ہو جائے گا کہ اس کی Range اتنی بڑھ جائے گی۔ابھی Fax جا سکتی ہے، تصویریں جا سکتی ہیں۔ پہلے تو نہیں جا سکتی تھیں، اب جا رہی ہیں تصویریں بھی۔Colour نہیں جاتے تھے، اب Colour بھی آ گئے ہیں اب خوشبو کا بھی کہتے ہیں کہ یہ بھی جائے۔گلاب دکھایا جائے ایک تصویر میں تو خوشبو بھی آئے۔ چنبیلی ہے تو اس کی خوشبو بھی آئے۔اس میں کچھ Waves ہی ہیں جو آپ کے ناک میں جاتی ہیں۔گلاب کا پھول اُڑ کے تو نہیں جاتا۔آخر کیا ہے کہ ادھر باغ ہے اور وہاں سے گلاب کے پھول کی خوشبو آتی ہے اور مسلسل آتی رہتی ہے۔یہ اس کی Transmission ہے۔کچھ نہ کچھ Waves ہیں جو چلتی ہیں۔Waves کے ساتھ اس (گلاب) کو بھی بھیج دو کہ دیکھنے والے کو خوشبو بھی آئے۔یہ بھی جا سکتی ہے۔اسی طرح سے مادے کو کیوں نہ Transfer کیا جائے۔ قرآن میں وہ ملکہ بلقیس کے تخت والا قصہ موجود ہے، یہ اس کا ثبوت ہے کہ جا سکتا ہے۔اس نے کہا کہ ابھی جاتا ہوں۔ایک جن تھا۔عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ ۔ (سورۃ النمل ۲۷: آیت ۳۹) جنوں میں بڑا تھا۔اس نے کہا کہ میں لاتا ہوں۔آپ کے دربار کے برخواست ہونے سے پہلے

لے آؤں گا۔دوسرے نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا،اس نے کہا ابھی۔وہ کتاب کونسی ہے جس کا اس کے پاس علم تھا؟ کونسی کتاب کا؟ کہ اس نے کہا ابھی آنکھ جھپکتے ہی لے آتا ہوں۔اتنی دیر میں تو یہاں سے دکان تک نہیں جاسکتے مگر وہ تخت ہزاروں میل دور تھا اور وہ آ گیا تھا تو وہ کیسے آیا؟ وہ منتقل ہوا فضاء میں،کسی چیز سے آیا۔اس کو سلیمانؑ نے کہا کہ اس کا نقشہ بدل دو۔کچھ توڑ پھوڑ کرو اس میں بھلا وہ ملکہ پہچانتی ہے کہ نہیں پہچانتی۔وہ پیدل آرہی تھی،یہ اس کے ذریعے سے آ گئے تھے،کوئی اور ذریعہ تو تھا نہیں۔اس سے پوچھا کہ یہ تخت کیسا ہے؟ تمہارا تخت ہے یہ؟ اس نے کہا کہ لگتا تو یہ وہی ہے۔اس نے کہا کہ یہ وہی ہے۔اس نے کہا کہ محل میں آنے سے پہلے ہی ہم آپ کے قائل ہو گئے تھے۔اس کا مطلب ہے کہ Possibility ہے کہ (مادہ ایک جگہ سے دوسری جگہ) آ سکتا ہے۔ معجزات جو ہیں یہ Future کی Possibilities دکھاتے ہیں کہ کیسا ہونا ممکن ہے۔معراج پر جانا۔یہ علامہؒ نے بھی کہا ہے کہ

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ ﷺ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

یہ جو Space ہے یہ انسان کی زد میں ہے۔وہ اس کو Conquer ضرور کریگا۔ یہ Conquareable ہے۔وہ (حضور ﷺ) انسان تھے کہ چلے گئے۔اس کا مطلب ہے کہ ایسا ممکن ہے۔یہ اس (انسان) کی Range میں ہے۔وہ جب آ گئے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ Range میں ہے۔اس کا مطلب ہے کہ .Material can be transferred جیسے آج تصویریں اور آوازیں جا رہی ہیں ایسے ہی Material بھی چلا جائے گا۔(حضرت سلیمانؑ کے واقعہ میں) جن نے کہا،جس نے مرضی کہا۔یہ ہوا،سو ہو سکتا ہے۔

اب یہ Electricity کا Try کر رہے ہیں کہ یہ اتنے کھمبے بڑے بڑے لگانے پڑتے ہیں،بڑا عرصہ لگتا ہے سارے ملک میں لگانے کیلئے۔یہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ اُدھر Transmitter لگا ہو،آپ کے ساتھ ایک Areal لگا ہو،اور بجلی کی جو Waves آ رہی ہیں،

ایسے آجائیں۔ یہ کھمبوں پر جو عرصہ لگ جاتا ہے لائنیں بچھانے کا، یہ شہر بھی گندے ہوتے ہیں کہ تاریں لٹک رہی ہیں۔ Try وہ ان چیزوں پر کررہے ہیں۔ مادہ تو چلو زیادہ کثیف ہے، یہ ابھی ان چیزوں پر کوشش کررہے ہیں۔ میں نے پڑھا۔ لکھا تھا کہ تھوڑے سے فاصلے پر وہ بجلی کو Transmit کرنے میں کامیاب بھی ہوگئے ہیں۔

ہمارے پاکستان ایئر فورس باغوں میں بیٹھے Ground Radar لگائے ہوتے ہیں۔ اس میں جو Scanner ہوتا ہے اس میں سے جو Waves جاتی ہیں اور واپس آتی ہیں، ٹکرا کے اس سکرین پر آجاتی ہیں کہ کوئی جہاز آرہا ہے۔ اس کی جیسے ٹیوب لائیٹ ہے ویسی وہ بغیر کسی Connection کے انٹینا پر لگا دیتے ہیں۔ وہ خود ہی Blow کرجاتی ہے جو انرجی اس میں نکل رہی ہوتی ہے۔ جہازوں کو دیکھنے کیلئے، اس کی Power سے ہی وہ چل جاتی ہے، کوئی تار نہیں لگاتے، اور نہ ہی کوئی Connection دیتے ہیں۔ ویسے اس ٹیوب لائٹ کو باندھ دیتے ہیں اس کے ساتھ۔ Waves کی جو transmit Energy ہوتی ہے وہ فضا میں پھیلتی ہے اور وہ (ٹیوب لائٹ) اس سے Blow کرجاتی ہے۔ اسی طرح Electricity کے بارے میں انہوں نے کہا کہ کچھ Waves جو ہیں وہ Transmit ہوجائیں اور وہ Catch ہوجائیں۔ بڑا اچھا ہے اگر یہ ہوجائے۔

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کا خط بنام: سیّد رحمت اللہ شاہ

مورخہ: 13.02.2002

السّلام علیکم و رحمة اللّٰہ !

آپ کا خط ملا۔ اللّٰہ تعالیٰ عبداللہ شاہ کو اپنے فضل سے ملتان والی ملازمت سے نواز دے تو ہم فقیروں پر بڑا احسان ہوگا۔ اللّٰہ تعالیٰ بیٹی کی آمد مبارک کرے اور اسے صاحبِ نصیب اور صاحب ایمان بنائے۔ آمین۔

شجاع آباد کے حلقہ کیلئے جو انتظام آپ نے تجویز کیا ہے وہ بہت مناسب ہے۔ مقامی افراد کو باہمی تعاون سے اپنا حلقہ چلانا چاہیے۔ ابتداء میں تو ٹھیک ہے کہ کوئی پرانا بھائی آکر حلقہ ذکر کی ابتداء کر دے اور اسے باقاعدہ بنا دے۔

اعظم نوید ماشاء اللّٰہ پُرعزم اور سنجیدہ آدمی ہے اور فیصل شاہ کے پریم اور خلوص کے شامل ہو جانے سے اللہ کا کرم ہو جائے گا۔ ہر اچھا اور بڑا کام وقت اور قربانی مانگتا ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ اپنے فضل سے اچھے اچھے آدمی عطا فرماتا رہتا ہے اور کام آگے بڑھ رہا ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ آپ کی دلی مرادیں پوری فرمائے اور مُلک و ملّت کی مثالی خدمت کرنے کا اہل بنا کر دنیا و آخرت میں سرخرو فرمائے۔ آمین۔

آپ کو صحیح مطالعاتی ماحول میّسر آ گیا ہے، اب آپ کو پوری یکسوئی کے ساتھ اپنے ہدف کے حصول کیلئے میدان میں اُترنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ انہی کی مدد فرماتے ہیں جو پوری ہمت سے کام کرتے ہیں۔ موسم پھر ا یکدم سرد ہوگیا ہے۔ میری صحت کیلئے دُعا کرتے رہا کریں۔ آج گھٹنے میں اتنی تکلیف ہے کہ چند قدم چلنا بھی دشوار ہو رہا ہے۔ دوا تو لی ہے۔ اللّٰہ شفاء دے۔ آمین۔

اپنے سارے کام محنت اور محبت سے انجام دیتے رہیں، اللہ تعالیٰ کو ہر دم یاد رکھیں اور ہمیشہ خوش رہیں، اللہ آپ کو کبھی تنہا نہ چھوڑے گا۔ حلقہ کے بھائیوں کو سلام۔

السّلام علیکم و رحمۃ اللہ ! مورخہ: 21.02.2002

آپ کا خط ملا۔ میں خود بیمار تھا اور ابھی زیرِ علاج ہوں۔

دریں اثناء میری والدہ ماجدہ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی تو 12 فروری کو نوکھر آ گیا اور والدہ صاحبہ 17 فروری بروز جمعرات بوقت فجر اللہ تعالیٰ کے ہاں چلی گئیں۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون)

آپ سب بھائی ان کی مغفرت کیلئے دُعا فرمائیں۔ ان وجوہات کی وجہ سے جواب لکھنے میں تاخیر ہوئی۔ آپ کی رزلٹ شیٹ دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ انگریزا اور انگریزی لے ڈوبے۔ باقی مضامین میں تو کارکردگی بہت اچھی تھی، لیکن انگریزی میں Poor Performance تھی۔ یہ بھی میں نے کہا؟ ہرگز نہیں۔ مجھے تو انگریزی بہت اچھی آتی ہے۔ ایئر فورس کے میگزین میں انگریزی مضامین اور نظمیں بھی لکھا کرتا تھا۔ جن پر کئی مرتبہ انعامات بھی ملے۔ انگریزی کی تو بڑی اہمیت ہے، اس لئے آپ کو انگریزی پر زیادہ محنت کرنی چاہیے اور اس میں تحریر اور بولنے میں مہارت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ کے ولوے تو توحیدیوں جیسے ہیں، لیکن یہ باتیں کہ سب کچھ پیر صاحب کے ہاتھ میں ہے اور اس نے سب کچھ کرنا ہے، ہمارے عقائد سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ امتحانوں میں اللہ تعالیٰ راہنمائی فرماتے اور صحیح جواب سمجھاتے ہیں، یہ اس کا خصوصی فضل ہوتا ہے۔ ''ہمتِ مرداں، مددِ خدا'' والی بات درست ہے۔ آپ انگریزی پر زیادہ وقت لگائیں۔ اس کی اہمیت کا احساس آپ کو شروع سے بھی ہونا چاہئے تھا۔ بلکہ انٹرویو کے دوران انگریزی پورے اعتماد کے ساتھ بولنی چاہئے۔ اس کے لئے بھی مشق کرنا ہوگی، جیسے پاس انفاس کیا جاتا ہے۔ اسی طرح انگریزی میں کھاؤ، انگریزی میں پیئو، انگریزی میں سوؤ، انگریزی میں جاگو۔ یعنی اُٹھتے بیٹھتے انگریزی بولو۔ انگریزی میں پڑھو۔ یعنی انگریزی زبان میں شکست دینے کیلئے پورا زور لگا دو۔ میں فقیر آدمی ہوں۔ آپ سب سے دلی محبت بھی کرتا ہوں اور آپ سب کی دُنیوی اور اُخروی کامیابیوں کیلئے پورے خلوص سے دُعائیں کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائے۔ آمین۔ میری صحت کیلئے دُعا بھی کرتے رہا کرو، اللہ تعالیٰ آپ کے والدین کو بھی صحت کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے۔ آمین!

خوف خدا

(پیر خان توحیدی)

قرآن مجید فرقان حمید میں بار بار خوف خدا کا ذکر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو مجھ سے ڈرو کہ میں تمہارا رب ہوں اور کسی سے نہ ڈرو۔ اللہ کے اس فرمان میں حکمت اور بخشش کا راز پوشیدہ ہے کہ جس کے دل میں اللہ کا خوف ہوتا ہے وہ کوئی غلط کام نہیں کرتا کیونکہ وہ ہر وقت اللہ کو حاضر ناظر سمجھ کر ہر قسم کے گناہوں اور بے ہودہ کاموں سے اپنا دامن بچائے رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ قیامت کے دن اسے اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ اگر اچھے اعمال ہوئے تو جنت کا حقدار ہوگا اور اگر برے اعمال ہوئے تو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

حدیث قدسی ہے:

"اخرجو من النار من ذکر نی یوما او خافنی فی مقام" (ترمذی ترغیب)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اس کو دوزخ سے لاؤ جس نے مجھے کسی دن یاد کیا تھا یا کسی دن مجھ سے ڈرا تھا۔ ایک اور جگہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: اپنی عزت کی قسم اپنے اس بندے پر دو خوف اور دو امن جمع نہیں کروں گا جو دنیا میں مجھ سے ڈرا آخرت میں امن دوں گا اور جو دنیا میں نڈر رہا تو آخرت میں ڈراؤں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: "جس بندے کا بدن خدا کے خوف سے کانپ جائے یعنی خدا کے خوف سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں تو اس کے گناہ اس طرح گر جاتے ہیں جیسے سوکھے درخت سے پتے گر جاتے ہیں"۔ (بھیقی ترغیب)

مندرجہ بالا احادیث سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی کہ اللّٰہ سے ڈرنے والوں کی مغفرت ہو جاتی ہے اور ان کے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں ۔خوف خدا کے بارے میں بنی اسرائیل کی ایک سچی کہانی عبرت حاصل کرنے کے لیے قارئیں کی نظر کرتا ہوں ۔
حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں کفل نامی ایک شخص تھا جو دن رات برائیوں میں پھنسا رہتا تھا کوئی گناہ ایسا نہ تھا جو اس نے نہ کیا ہو نفس کی کوئی ایسی بری خواہش نہ تھی جو اس نے پوری نہ کی ہو ۔ایک مرتبہ ایک مجبور عورت کو ساٹھ دینار دے کر بدکاری کے لیے آمادہ کیا ۔جب تنہائی میں اپنے برے کام کے ارادہ سے مستعد ہوتا ہے تو وہ نیک بخت عورت تھرانے لگتی ہے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔کلیجہ اچھلنے لگتا ہے ۔کفل حیران ہو کر پوچھتا ہے آخر اس ڈر اور وحشت کی وجہ کیا ہے؟ پاک باطن ،شریف النفس اور باعصمت خاتون لڑکھڑائی ہوئی زبان بھرائی ہوئی آواز سے جواب دیتی ہے ۔اے کفل مجھے خدا کے عذابوں کا خیال آتا ہے ۔ہمارے پیدا کرنے والے نے یہ کام ہم پر حرام کر دیا ہے ۔یہ فعل بد ہمارے مالک ذوالجلال کے سامنے ہمیں رسوا کرے گا۔ میں نے کبھی بھی خدا کی نافرمانی نہیں کی ۔میرے فقر و فاقہ کی کم صبری اور بے استقلالی نے آج یہ روز بد دکھایا لیکن اے کفل بخدا خوف خداوندی گھلائے جا رہا ہے اور اس کے عذابوں کا کھٹکا کانٹوں کی طرح کھٹک رہا ہے ۔ہائے آج دو گھڑی کا لطف صدیوں تک تھکائے گا اور عذاب الٰہی کا لقمہ بنائے گا ۔اے کفل خدا کے لیے اس بدکاری سے باز آ جا اور اپنی اور میری جان پر رحم کر، آخر خدا کو منہ دکھانا ہے ۔

اس نیک نہاد پاک باطن عصمت ماب خاتون کی پر تاثیر تقریر اور مخلصانہ خیر خواہی کفل پر گہرا اثر ڈالتی ہے ۔اسے ندامت اور شرمندگی چاروں طرف سے گھیر لیتی ہے اور عذاب الٰہی کی خوفناک شکلیں چاروں طرف دکھائی دیتی ہیں ۔کفل اپنے انجام پر غور کر کے اپنی سیاہ کاریوں کو یاد کر کے رو دیتا ہے اور کہتا ہے اے پاک باز عورت تو محض ایک گناہ اور وہ بھی نا کردہ گناہ سے اس

قدر رب ذوالجلال سے لرزاں و ترساں ہے ۔ ہائے میری تو ساری عمر ان بدکاریوں اور سیاہ کاریوں میں گزر گئی ۔ میں نے اپنے منہ کو بھی نامہ اعمال کی طرح سیاہ کرلیا۔خدا کو بھول گیا اور اس کے عذاب کی بھی پرواہ نہ کی ۔اس کے عذاب کے فرشتے میری تاک میں ہوں گے اور جہنم کے غیظ وغضب کی قہر آلود نگاہیں میری طرف اٹھ رہی ہوں گی ۔ مجھے تو تیری نسبت بہت زیادہ خدا سے ڈرنا چاہیے ۔ نہ جانے میدان حشر میں میرا کیا حال ہوگا ۔اے نیک سیرت عورت گواہ رہنا آج تیرے سامنے سچے دل سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ رب کی نافرمانیوں کے پاس کبھی نہ پھٹکوں گا نہ ہی رب کی ناراضگی کا کوئی کام کروں گا ۔وہ رقم میں نے تمہیں اللہ کے لیے دیدی اور اپنے ناپاک ارادہ سے ہمیشہ کے لیے باز آیا۔ کفل بصد گریہ وزاری باری تعالی کی بارگاہ میں تو بہ استغفار کرتا ہے اور رو رو کر اپنے نامہ اعمال کی سیاہی دھوتا ہے ۔دامن پھیلا کر دست دعا دراز کرتا ہے ۔ اے میرے اللہ! میری سرکشی سے درگزر فرما مجھے اپنے دامن عفو میں چھپالے، میرے گناہوں سے چشم پوشی فرما اور مجھے عذابوں سے آزاد کر ۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں اسی رات کفل کا انتقال ہوگیا ۔صبح لوگ دیکھتے ہیں اس کے دروازے پر قدرتاً لکھا ہوا ہے

" ان اللّٰہ قد عفو الکفل " یعنی اللہ رب العزت نے کفل کو بخش دیا اور اس کے گناہ معاف فرمادیے ۔(ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے زمانے میں ایک شخص تھا جس نے گناہ کر کے اپنے نفس پر ظلم کر رکھا تھا مرتے وقت اپنے بیٹوں سے کہا جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا کر میری راکھ پیس کر ہوا میں اڑا دینا خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر قادر ہو جائے گا تو سخت سزا دے گا کہ ایسی سزا کسی کو نہ دے گا ۔جب وہ مرگیا تو اس کے بیٹوں نے اس کی نصیحت کے مطابق کیا۔اللہ تعالی نے زمین کو حکم دیا کہ جو کچھ تم میں ہے اسے مجھے واپس کر دے۔ اس نے جمع کر دیا اور وہ شخص زندہ تیار ہو گیا ۔اللہ تعالی نے فرمایا! اے شخص! تجھے کس نے

ایسا کرنے پر آمادہ کیا۔اس نے کہا اے میرے رب تیرے خوف نے ۔اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو بخش دیا (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدا سے ڈرنے والے کو معاف کردیا جاتا ہے اور خدا سے ڈرنے والے قیامت کے روز عرش کے سائے تلے ہوں گے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اللہ کو یاد کرے اور اللہ کے خوف سے اتنا روئے کہ اس کے آنسو زمین پر گر پڑیں تو قیامت کے دن اس پر عذاب نہیں ہوگا۔

حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے دور میں ایک نوجوان مدینہ کے مضافات کی کسی مسجد میں بیٹھا عبادت کرتا رہتا تھا۔ایک عورت اس کی دیوانی ہوگئی اس کو ہر وقت اپنی طرف مائل کرتی رہتی تھی ۔آخر ایک دن شیطان اس پر حاوی ہوگیا اور وہ اس عورت کے گھر جا پہنچا۔عورت اس کی طرف مائل ہوئی تو اسے فوراً اللہ کے کلام کی وہ آیت یاد آ گئی جس کا ترجمہ ہے۔

''جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو فوراً خدا کی یاد میں لگ جاتے ہیں۔(سورۃ اعراف 201)

اللہ کے خوف سے وہ شخص غش کھا کر گر جاتا ہے جب ہوش میں آیا تو پھر وہی آیت پڑھنے لگا اور پڑھتے پڑھتے جان دے دی۔حضرت عمرؓ کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ آئے اور اس شخص کے والد سے تعزیت کرنے کے بعد چند ساتھیوں کے ساتھ اس شخص کی قبر پر تشریف لے گئے دعائے مغفرت ادا کرنے کے بعد قبر سے مخاطب ہوکر قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ترجمہ :جو اللہ سے ڈر گیا اس کے لیے دو جنتیں ہیں (الرحمٰن)

اس آیت کریمہ کو سن کر قبر کے اندر سے آواز آئی اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے مجھے دونوں جنتیں بخش دی ہیں۔(تفسیر ابن کثیر)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مومن کی آنکھ سے اللہ کے خوف سے آنسو اس کے چہرے پر گر جائے اگر چہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔اس پر جہنم کی آگ حرام ہوجائے گی۔(ابن ماجہ)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت کی تلاوت فرمائی۔

ترجمہ: اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے اہل عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اس آگ کو ایک ہزار سال تک سلگایا گیا تو وہ سرخ ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک سلگایا گیا تو وہ سفید ہوگئی، پھر ایک ہزار سال تک سلگایا گیا تو وہ سیاہ ہوگئی۔ اب وہ سیاہ ہے لیکن اس کا شعلہ بجھتا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک روشن ضمیر حبشی بیٹھا ہوا تھا وہ چیخ مار کر رونے لگا۔ حضرت جبرائیلؑ فوراً تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کون شخص رو رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اس شخص کی تعریف فرمائی تو حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے عزت وجلال اور عرش کی قسم کھاتا ہوں کہ جس بندے کی آنکھ دنیا میں میرے خوف سے تر ہوگئی میں اسے جنت میں ہنسی خوشی رکھوں گا۔ کوئی رنج وغم اس کے پاس نہیں آئے گا۔

(بھیقی ترغیب)

خوف خدا کا ایک اور واقعہ: حضرت عبداللہ بن مبارک وہ ہستی ہیں جن کو دنیا جانتی ہے یہ خراسان کے ایک شہر میں پیدا ہوئے عبداللہ کے ماں باپ بھی حد درجہ نیک اور پارسا تھے۔ نیک ماں باپ نے حضرت عبداللہ کی تعلیم وتربیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ فہم قرآن کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں بھی پڑھائیں اور ہر طرح سے ایک بھلا انسان بنانے کی کوشش کی ماں باپ کی تمنا تھی کہ ان کا بیٹا بھی نیک اور پارسا بن کر دنیا میں چمکے۔ لیکن شروع میں ان کی کوششیں رائیگاں گئیں۔ عبداللہ دن رات کھیل کود میں مست رہتے۔ گانا بجانا، پینا پلانا ان کا مشغلہ بن چکا تھا۔ حضرت عبداللہ کی یہ گھناؤنی زندگی دیکھ کر ماں باپ سخت پریشان تھے۔ اندر ہی اندر کڑھتے اور روتے لیکن انسان کے بس میں کیا ہے۔ دلوں کو پھیرنا تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ جو بھی ان سے بن آتا کرتے رہے۔ رو رو کر اللہ سے دعائیں مانگتے۔ آخر ایک رات جب عبداللہ کے سارے دوست یار جمع تھے، محفل خوب گرم تھی، شراب کباب کا دور چل رہا تھا اور ہر ایک نشے میں تھا کہ عبداللہ کی آنکھ لگ گئی۔ خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک لمبا چوڑا باغ ہے درخت کی ٹہنی پر

ایک چڑیا بیٹھی ہوئی اپنی سریلی آواز میں قرآن شریف کی یہ آیت پڑھ رہی ہے۔

ترجمہ: کیا ابھی تک وہ گھڑی نہیں آئی کہ اللّٰہ کا ذکر سن کر مومنوں کے دل لرز جائیں اور نرم پڑ جائیں۔(سورۃ الحدید)

حضرت عبداللہ گھبرائے ہوئے اٹھے اور زبان پر یہ بول جاری تھے۔اے میرے رب، میرے مالک وہ گھڑی آ گئی ہے۔شراب کی ساری بوتلیں توڑ دیں، چنگ ورباب توڑ دیے، رنگین کپڑے پھاڑ ڈالے، غسل کر کے سچے دل سے توبہ کی اور اللہ سے پکا عہد کیا کہ اب کبھی تیری نا فرمانی نہ ہوگی۔پھر گناہوں سے ایسے پاک ہوئے کہ کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔اللہ کی رحمت نے عبداللہ کا ہاتھ پکڑ لیا نیکی کی راہ پر لگایا اور وہ ایسے نیکوں کے نیک بنے کہ زمانے کے تمام علماء نے ان کو اپنا سردار مانا اور حدیث کے امام کہلائے۔اور آج تک دنیا ان کی نیکی اور علم سے فائدہ اٹھاتی ہے (بکھرے موتی)

اللہ کا خوف تمام بھلائیوں کی جڑ ہے۔اس آدمی سے بھلائی کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی جس کے دل میں خدا کا خوف نہیں۔بری باتوں سے رکنا، اچھے کاموں کی طرف بڑھنا، لوگوں کے حقوق کا خیال رکھنا، ذمہ داری کا احساس، غریبوں کے ساتھ حسن سلوک، دین اور معاملات میں سچائی اور دیانت داری غرض ہر نیکی کی جڑ اللہ کا خوف ہی ہے۔قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے پیشی ہوگی تو ہم سے پل پل کا حساب لیا جائے گا، ایک ایک کام کی پوچھ گچھ ہوگی۔یہ یقین رکھنے والا شخص کبھی کسی کو دھوکہ نہ دے گا، کبھی کسی کا حق نہ مارے گا، کبھی کسی کا دل نہ دکھائے گا، ہر حال میں سچائی پر قائم رہے گا۔اللّٰہ سے ڈرنے والا پھر کسی اور سے نہیں ڈر سکتا بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس شخص کے دل میں ایمان ہی نہیں جو اللّٰہ سے نہیں ڈرتا۔دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہمارے دلوں میں اپنا خوف ڈالے اور ہمیں اپنے نیک اور صالح بندوں میں شمار کرے۔آمین۔

اقبالؒ کا پیغام

(عبدالرشید ساہی)

علامہ اقبالؒ اسلام کے شاعر ہیں اور یہ آپؒ کی عظمت کی دلیل ہے کہ آپ نے انسانیت کو غلامی کی زنجیروں سے نجات دلائی ہے، انسانیت کے اندر احترام پیدا کیا، باپ کا احترام، ماں کا احترام، بیٹی کا احترام، عزیز و اقارب کا احترام، مسکین کا احترام، بیوہ کا احترام، راہ چلتے مسافر کا احترام یہ سب کچھ اسلام نے انسانیت کو عطا فرمایا۔

اقبالؒ فرماتے ہیں:

سبق پھر پڑھ صداقت کا، شجاعت کا، عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اسلام نے انسانیت کو حقوق سکھائے، اسلام نے انسانیت کو نکھارا، اسلام نے انسانیت کے چہرہ سے غلامی کا بدنما داغ دھویا اور اسلام نے انسانیت کو مساوات کا درس دیا۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

اقبالؒ کا پیغام ایک متعین مقدار میں ہے جو ایک سمت میں چلتا ہے اور آپ کو آوارہ نہیں چھوڑتا۔ اور قدم بقدم آپ کی رہنمائی کرتا ہوا آپ کو منزل کی طرف لے جاتا ہے۔ اقبالؒ کے نزدیک جنسی جبلت اور ہوس کبھی بھی عشق کا درجہ حاصل نہیں کر سکتی فرماتے ہیں۔

عشق طینت میں فرومایہ نہیں مثلِ ہوس
پرِ شہباز سے ممکن نہیں پروازِ مگس

اقبالؒ خوابیدہ ملت میں ہوشیار اور بیدار تھے ۔جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے افکار کی بنا پر انگریز اور گاندھی سامراج کو شکست دی ۔ اقبالؒ قدرت کاملہ کا ایک شاہکار انسان تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔جس طرح روح لافانی ہے اسی طرح اقبالؒ کی فکر اور سوچ بھی لافانی ہے ۔انہوں نے مسلمان قوم کو بیدار کرنے کی خاطر ساری زندگی وقف کردی۔

فرماتے ہیں کہ خدائی رازوں سے پردہ صرف عشق کی بدولت اٹھایا جا سکتا ہے ،عقل سے نہیں ۔عقل مسافر کو راستے کی نشاندہی ضرور کرتی ہے مگر عشق منزل پر پہنچا دیتا ہے۔

علامہ فرماتے ہیں۔

صبح ازل آ کر کہا یہ مجھ سے جبرائیل نے
جو عقل کا ہو غلام وہ دل نہ کر قبول
عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے
عشق بیچارہ نہ ملا ، نہ زاہد نہ حکیم

اقبالؒ ہمیں تواتر سے اسلاف کی طرف بلاتے ہیں اور علم وہنر کا راستہ اپنانے کی دعوت دیتے ہیں ۔ اقبالؒ کے نزدیک مسلمانوں کے روحانی زوال کا سبب ملائیت ، ملوکیت اور رسمی خانقائیت بنی ۔اس کا اظہار اپنی شاعری میں وہ اس طرح کرتے ہیں ۔ملائیت کے متعلق فرماتے ہیں۔

ملا کم نظر نے امت میں پھوٹ ڈالی
تسبیح مصطفیٰ ہے صدیوں سے دانہ دانہ
اقبال مدرسوں نے دانش تو عام کر دی
کمیاب ہو گیا ہے جذب قلندرانہ

اقبالؒ ملوکیت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

فتنہ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے
جہاں بینی میری فطرت ہے لیکن
کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

اقبالؒ صوفیاء کرام کے بڑے معتقد تھے۔لیکن ہندوستان اور دیگر کئی ممالک میں رائج خانقاہی نظام سے وہ بیزار تھے۔کیونکہ اسلام کو سب سے زیادہ نقصان جاہل اور ان پڑھ صوفیاء نے پہنچایا ہے۔انہوں نے بزرگان دین کی قبروں کو معبود بنا دیا۔ان بزرگان دین کی قبروں کو جنہوں نے اپنی تمام عمریں توحید کے مواعظ میں صرف کی تھیں۔قبر پرستی اور پیر پرستی کی جاہلانہ رسوم کے مناظر تو میں نے خود کئی بار اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔اقبالؒ نے ایسے صوفیوں کی بڑی مذمت کی ہے جو شریعت کی بالکل پابندی نہیں کرتے اور مخلوق خدا کو اللہ تعالیٰ سے روشناس کرانے کی بجائے نام نہاد رسوم کا رسیا بنائے رکھتے ہیں۔ایسے خانقاہی نظام کو اقبال رد کرتے ہیں۔

یہ پیران کلیسا و حرم اے وائے مجبوری
صلہ ان کی قدو کاوش ہے سینوں کی بے نوری
یہ معاملے ہیں نازک جو تیری رضا ہو تو کر
مجھے پسند نہ آیا یہ طریق خانقاہی

اقبالؒ کے بقول اسلام میں دین وطن پرستی پر مقدم ہے جیسا کہ رسول خدا حبیب کبریا ﷺ نے دین کی خاطر وطن چھوڑا اور اسی بنیاد پر مسلمانان ہند نے پاکستان کے قیام کی حمایت کی کہ اپنی اسلامی شناخت کو محفوظ کیا جا سکے۔ہمارے اسلاف اختلافات کے باوجود جسد واحد کی طرح رہتے رہے ہیں۔اگر آج ہم اپنے اسلاف کے راستہ پر چلنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی خامیوں کو دور کرنا ہوگا۔علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا جس کا ہے تو ٹوٹا ہوا تارا
گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا
تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار، وہ کردار، تو ثابت وہ سیارہ

عشق حقیقی اس لامحدود ذات سے عشق کو کہتے ہیں جس میں عروج کی کوئی حد نہیں ہوتی آپ جتنی استعداد سے عشق کو بڑھاتے جاتے ہیں اتنا ہی بارگاہ الٰہی میں آپ کا رتبہ بلند ہوتا جاتا ہے۔

اقبالؒ سنت الٰہی سے قوت تخلیق حاصل کرنے کی تلقین کرتے ہیں جس کا اظہار انسان کے جمالیاتی ذوق میں ہوتا ہے۔انسان میں ایسی قوت پیدا ہوتی ہے کہ جہاں وہ رک جائے وہیں مشکل کا حل نکال سکے۔

اقبالؒ نے مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگانے کے لیے اذان دی ہے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کردے

"ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل"

سلسلہ عالیہ توحیدیہ اور

بانیٔ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ

(حافظ محمد یٰسین)

تصوف کے دوسرے سلاسل کی طرح سلسلہ عالیہ توحیدیہ بھی ایک روحانی سلسلہ ہے جس کی بنیا د دورِ حاضر کے مجدد اور عظیم بزرگ جناب قبلہ عبدالحکیم انصاریؒ نے 1951 میں رکھی۔

تعارف سلسلہ سے پہلے میں بانی سلسلہ جناب قبلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کا مختصر سا تعارف اور ابتدائی حالات آپ کے گوش گزار کرتا چلوں۔

آپؒ 29 جولائی 1893 کو دہلی کے قریب شہر فرید آباد میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نے اپنا بچپن اپنے دادا مولانا عبدالعزیزؒ کی گود میں گزارا۔ دادا جان کی صحبت سے ہی آپؒ میں تصوف کی لگن اور آپؒ کے دل میں محبت الٰہی کی شمع روشن ہوئی اور اپنے خالق و مالک کے لقاء و دیدار کی طلب و تڑپ پیدا ہوئی۔ اسی سلسلے میں آپؒ نے مرشد کی تلاش شروع کی تاکہ باقاعدہ سلوک طے کر کے منزل مقصود حاصل کی جا سکے۔ اپنے دادا مرحومؒ کی صحبت میں آپؒ پر حقیقی تصوف و بزرگی آشکار ہو چکی تھی۔ لہٰذا آپؒ کو مرشد کی تلاش میں بہت عرصہ لگانا پڑا۔ کیونکہ دورِ حاضر میں فقیری کا لبادہ اوڑھ کر بہت سے لوگ اس مقدس تعلیم کی بے قدری کے مرتکب ہو رہے تھے۔

لیکن پھر رحمت خداوندی سے آپ کو ایک نقشبندی بزرگ مولانا کریم الدین احمدؒ مل گئے جن سے پہلی ہی ملاقات میں آپؒ بیعت ہو کر ہی اٹھے۔

مولانا کریم الدین احمدؒ سے بیعت کے وقت آپؒ کی عمر مبارک 18 سال تھی۔ آپ نے بڑی جانفشانی اور محنت و لگن سے نقشبندیہ سلوک طے کیا۔ لیکن مقصودِ حیات یعنی رویت باری

تعالیٰ ممکن نہ ہوسکا۔لیکن آپؒ کے مرشد حضرت کریم الدین احمدؒ نے پیش گوئی فرمادی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انتظام فرمارکھا ہے۔تمہاری زندگی میں تمہیں تمہارا مقصود حیات مل کر رہے گا۔

اس کے بعد آپؒ نے چشتیہ سلسلہ میں بیعت ہوکر چشتیہ سلوک طےفرمایا جس سے روحانی لطافت میں اضافہ تو ضرور ہوا لیکن رویت باری تعالیٰ یہاں بھی ممکن نہ ہوسکی ۔

چونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے انسانی خواہشات کی تسکین کا انتظام اپنی رحمت کاملہ سے فرمارکھا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی خواہش کی تکمیل کا سامان فرمادیا کہ ان کی ایک اویسی بزرگ حضرت رسالدار محمد حنیف خانؒ سے ملاقات ہوگئی۔آپؒ اویسی بزرگ تھے نہ خود کسی سے بیعت تھے اور نہ ہی کسی کو بیعت کرتے تھے۔لیکن آپؒ کی ان سے ایک لمبے عرصے تک دوستی رہی اور انہی کے فیض سے آپؒ میں وہ صلاحیتیں پیدا ہوئیں جن سے دیدار باری تعالیٰ کی نعمت نصیب ہوئی۔بانی سلسلہؒ صاحب بصیرت اور صاحب ادراک بزرگ تھے۔آپ نے موجودہ دور کے مسلمانوں کی زبوں حالی کا مشاہدہ فرمایا۔ماضی میں مسلمانوں کے عروج وزوال کو گہری نظر سے دیکھا۔اپنے دور میں مسلمانوں کی نشاط ثانیہ کے لیے چلائی جانے والی تحریکوں کی کامیابی و ناکامی کا تجزیہ کیا اور پھر اپنے تجربات کی روشنی میں امت مسلمہ کی ترقی وسربلندی اور اصلاح وفلاح کے لیے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد رکھی کیونکہ آپؒ سمجھتے تھے کہ روحانی طریقہ سے ہی باطن کی اصلاح ہوسکتی ہے اور قلب وفکر کی تطہیر وتزکیہ کے بغیر آدمی کبھی بھی ایک اچھا انسان نہیں بن سکتا۔

نئے سلسلے کی بنیاد سے جہاں آپؒ نے روایتی پیری مریدی،مشرکانہ رسوم اور عجمی رنگ سے تصوف کو پاک فرمایا ہے وہاں معاشرے کی اصلاح وترقی کی بنیاد بھی فراہم کی ہے۔یقیناً قبلہ انصاریؒ کی تعلیم مردہ روح اور سوئی ہوئی قوم کو زندگی اور توانائی فراہم کرتی ہے انسان کی انفرادی و اجتماعی کامیابی کا سامان فراہم کرتی ہے کیونکہ یہ عین قرآن وسنت کے مطابق وہی تعلیم ہے جو حضور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کو دیا کرتے تھے۔

آپؒ کے جانشین شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب محمد یعقوب خان مدظلہ کی قیادت میں

مرکزِتعمیر ملت سے بانی سلسلہؒ کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

قبلہ انصاری صاحبؒ نے تصوّف اسلام کو مروجہ پیری مریدی، مشرکانہ رسومات، قبر پرستی، شخصیت پرستی اور دیگر عجمی خرافات سے پاک کر کے قرآنی تعلیم کے عین مطابق تعلیم دی۔ آپؒ کا فرمان ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے قرآن وسنت کے عین مطابق ہے اور اگر میری کوئی بات قرآن وسنت سے متصادم ہے تو نشاندہی کریں میں خوشی سے اس میں ترمیم کرلوں گا۔

سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم اور سلوک موجودہ زمانے کے تقاضوں کے عین مطابق نہایت سہل العمل اور مختصر ہونے کے ساتھ نہایت موثر ہیں اور ایک سچا طالب صرف چند ماہ اس تعلیم پر عمل کر کے اپنے مطلوبہ نتائج حاصل کرسکتا ہے۔ اور اس کو یہ یقین ہوجاتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف جانے والے سیدھے راستے پر گامزن ہے۔

آپؒ کے مرشد جناب مولانا کریم الدین احمدؒ نے آپؒ کو بہت زیادہ اور لمبے لمبے اوراد و وظائف بتائے تھے مثلاً پانچ ہزار مرتبہ پاس انفاس اور اتنا ہی نفی اثبات اور اس کے ساتھ درود شریف کا وظیفہ الگ تھا۔ لیکن آپؒ نے اس کو اس طرح کم کردیا کہ اس کی تاثیر بھی کم نہ ہو اور موجودہ زمانے کا سالک جس کو معاش کے لیے صبح سے شام تک تگ و دو کرنا پڑتی ہے آسانی کے ساتھ پورا کر سکے۔ موجودہ زمانے میں الا ماشاء اللہ پیروں کی اس قدر عزت کی جاتی ہے جو عبادت کی حد تک پہنچ جاتی ہے نہ صرف زندہ بلکہ مردہ بزرگوں کی قبور کو سجدہ کیا جاتا ہے اور ان کو مافوق الفطرت خیال کیا جاتا ہے۔ اور ان سے منتیں مانگی جاتی ہیں۔

قبلہ انصاری صاحبؒ نے اللہ کی ذات کو ہمارا مرکز ومحور قرار دیا ہے۔ اللہ پر توکل رکھنے، اس کی رضا پر راضی رہنے کا درس دیا ہے۔ عمل کی راہ اپنانے کی تلقین کی ہے۔ کردار و اخلاق حضورﷺ کے صحابہ جیسا بنانے کا درس دیا ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ آپؒ کے کروڑ ہا درجات بلند فرمائے اور آپؒ کی محبت بھری تعلیم کو عام کر کے اسلام کی نشاط ثانیہ میں اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم دنیا وآخرت میں سرخرو ہوسکیں۔ آمین!

گناہ کیا ہے؟ نیکی کیا ہے؟

(پروفیسر شبیر شاہد ہوتوانی)

گناہ ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو اپنے رب سے دور کر دیتی ہے۔ اس کے مقابلے میں نیکی وہ فعل ہے جس سے انسان اپنے رب کے نزدیک ہو جاتا ہے۔

شریعت میں گناہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ماننا، گناہ کے زمرہ میں آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کو نیکی کہتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا نیکی کہلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ شخص وہ ہے جو گناہوں سے پرہیز کرے خواہ اس کی نیکیاں جتنی بھی کم ہوں۔ اصل چیز گناہوں سے پرہیز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک دن فرمایا کہ میں گناہوں سے حفاظت کے برابر میں کسی چیز کو نہیں سمجھتا یعنی انسان گناہوں سے بچ جائے تو یہ بہت بڑی دولت ہے اور اس کا اتنا بڑا اجر ہے کہ دنیا کا کوئی بڑا عمل اس کے برابر نہیں۔ اگر ایک شخص گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرے تو نفلی عبادات اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔

نفلی عبادات کے بل بوتے پر انسان یہ سوچے کہ نفلی عبادات کرتا ہوں اور اس کے نتیجے میں گناہوں سے پرہیز نہ کرے اور یہ توقع رکھے کہ نجات پا جاؤں گا تو یہ بڑے دھوکے کی بات ہے۔ عبادتیں بھی خوب کرے اور گناہ بھی بہت کرے تو اس کی نجات کی راہ نظر نہیں آتی بلکہ وہ ایک بڑی غلط فہمی کا شکار ہے۔

اصلاح کے طالب کے لیے پہلا کام توبہ کا ہے۔ یعنی سب سے پہلے انسان اپنے تمام

گناہوں سے توبہ کرے کہ یااللہ! جو گناہ مجھ سے پہلے ہو چکے ہیں اپنی رحمت سے ان کو معاف فرما دیجیے اور آئندہ کے لیے پکا ارادہ کرتا ہوں کہ میں پھر یہ گناہ نہیں کروں گا اور آئندہ کے لیے گناہوں سے پرہیز کا خوب اہتمام بھی کرے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں۔

''ظاہر کے گناہ بھی چھوڑ دو اور باطن کے گناہ بھی چھوڑ دو'' دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

''جو لوگ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں، قیامت کے دن ان کے ان اعمال کی سزا دی جائے گی جو وہ لوگ یہاں کیا کرتے تھے''۔

تمام قسم کے گناہوں کو چھوڑ دینا چاہیے۔ یہ گناہ ہی سانپ اور بچھو ہیں۔ گناہ صغیرہ یا کبیرہ دونوں چھوٹے بڑے بچھو ہیں۔ یا آپ ان کو آگ کے انگارے کہہ سکتے ہیں۔ چھوٹا بھی انگارہ اور بڑا بھی انگارہ۔ دونوں میں آگ اور زہر بھرا ہوتا ہے۔

ہمارے ذہن میں مشہور و معروف عمل گناہ کے زمرے میں آتے ہیں جو معاشرے میں عام ہیں ان کے علاوہ غیر معروف اعمال بد کو گناہ میں شمار ہی نہیں کرتے۔ جھوٹ، چوری، زنا، ڈاکہ، قتل ان موٹے موٹے گناہوں کو چھوڑنا ہم گناہوں سے بچنا سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو عادات ہمارے اندر رچ بس چکی ہیں ہم مجموعی طور پر انہیں گناہ سمجھتے ہی نہیں۔ مثلاً مجلسوں میں غیبت ہو رہی ہے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ قصہ گوئی کے انداز میں ایک دوسرے کے قصے چھیڑ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ غیبت کا کیوں ارتکاب کر رہے ہو تو اسے یہ کہہ کر چپ کرا دیا جاتا ہے۔ بڑا مولوی ملا آ گیا۔ اس کے علاوہ دل آزاری تو ہمارے مزاج اور گپ شپ کا حصہ ہے دوسروں کو تکلیف پہنچانا روزمرہ کا شغل ہے۔ اس طرف ہماری توجہ ہی نہیں جاتی۔ دوسروں سے حسد اور بغض ہو رہا ہے اس کو سیاست اور چالاکی کا نام دیا جاتا ہے۔ دل میں تکبر ہے۔ جس کے بارے میں حکم ہے کہ جس کے دل میں رائی برابر تکبر ہو گا جنت میں نہیں جائے گا۔ تکبر ہمارے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ ہم دوسرے مسلمان بھائی اور انسان کو چیونٹی مکوڑا سمجھتے ہیں اور خود کو ہاتھی سمجھتے ہیں۔ ہمارے سامنے دوسرے شخص کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں۔

حُبِّ مال، جاہ، حبِ دنیا دل میں خوب بھری ہوئی ہے۔ ہم ان تمام کو گناہ کے کھاتے میں کم سمجھتے ہیں اور نہ کبھی ہم ان گناہوں کو چھوڑنے کے بارے میں سوچتے ہیں۔ اگر چہ ہر وہ کام جس کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے گناہ قرار دیا ہے ان کو چھوڑنے کی فکر انسان کو ہونی چاہیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے اثرات اتنے دور رس اور تباہی کا سبب بننے والے ہیں کہ ان کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ گناہ کی سب سے بڑی خرابی احسان فراموشی، ناشکری اور محسن کا حق ادا نہ کرنا ہے۔

گناہ پر گناہ کر کے ایسی غفلت اور نحوست طاری ہو جاتی ہے کہ پھر گناہ کے گناہ ہونے کا احساس مٹ جاتا ہے اور گناہوں کے نقصانات کا ادراک ختم ہو جاتا ہے۔ بلکہ انسان کی مت ماری جاتی ہے اور دل زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اور صحیح اور اچھی بات اس کی سمجھ میں آتی ہی نہیں۔

گناہوں کی نحوست سے اللہ تعالیٰ کی رحمت بارش کا نزول بند ہو جاتا ہے۔ آخرت کی سزا الگ ہے۔ لاعلاج امراض گھیر لیتی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ آخری زمانہ میں ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں قتل و غارت گری عام ہو گی اور آدمی کو مارا جائے گا اور نہ اس کو نہ ہی اس کے ورثا کو پتہ چلے گا کہ کیوں مارا گیا؟ اور کس نے مارا؟ یہ سب کچھ آج کل ہو رہا ہے۔ روزانہ کتنے لوگ مارے جاتے ہیں۔ یہ سب ہماری شامت اعمال اور گناہوں کا نتیجہ ہے۔ بس ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں سے توبہ کر لینی چاہیے۔

ایک حدیث میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ میں کسی عبادت گزار اور تہجد گزار آدمی سے آگے بڑھ جاؤں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھے۔ حدیث شریف میں حضرت ابو سعید خذریؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مومن اور اس کے ایمان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گھوڑا کسی لمبی رسی کے ذریعے کھونٹے سے بندھا ہوا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ گھوڑا گھومتا بھی رہتا ہے لیکن ایک حد تک گھوم سکتا ہے۔ اس حد سے آگے جانے سے وہ کھونٹا اسے روک لیتا ہے۔ وہ گھوڑا ذرا سا چکر لگا کر پھر واپس اپنے کھونٹے کے پاس آ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اس طرح کھونٹا وہ کام کرتا ہے

ایک یہ کہ وہ گھوڑے کو ایک خاص حد سے آگے بڑھنے سے روکتا ہے اور دوسرا یہ کہ وہ کھونٹا ہی اس کی جائے پناہ بنا رہتا ہے۔

اس مثال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مومن ایک حد تک ادھر ادھر جائے گا، گھومے گا پھرے گا لیکن وہ اسے گناہ نہیں کرنے دے گا اگر بھول چوک سے گناہ ہو بھی جائے تو پھر واپس اپنے ایمان کے کھونٹے کے پاس آ جائے گا۔

ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں جنہیں کراماً کاتبین کہا جاتا ہے۔ ایک نیکیاں لکھنے والا جو دائیں کندھے پر مامور ہے اور ایک برائیاں لکھنے والا جو بائیں کندھے پر۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ نیکی لکھنے والے فرشتے کو یہ حکم ہے کہ جب انسان نیکی کرے تو فوراً اسے لکھ لے اور بدی لکھنے والے فرشتے کو یہ حکم ہوتا ہے کہ جب انسان بدی کرے تو لکھنے سے پہلے دائیں کندھے والے فرشتے سے پوچھے کہ لکھوں کہ نہیں۔ گویا دائیں کندھے والا امیر ہے اور بائیں کندھے والا مامور۔ مامور فرشتہ امیر کا پابند ہے۔ چنانچہ جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ بائیں کندھے والا مامور فرشتہ، امیر فرشتہ سے پوچھتا ہے کہ لکھوں یا نہ لکھوں۔ امیر کہتا ہے کہ نہیں، ابھی مت لکھو۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ توبہ کر لے اور استغفار کر لے تو پھر لکھنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ اگر وہ شخص دوبارہ گناہ کر لیتا ہے اور اپنے پہلے گناہ سے توبہ نہیں کرتا تو پھر پوچھتا ہے کہ اب لکھ لوں تو دائیں ہاتھ والا فرشتہ کہتا ہے کہ نہیں۔ ابھی ٹھہر جا۔ پھر جب تیسری مرتبہ گناہ کر لیتا ہے تو پھر پوچھتا ہے کہ لکھوں کہ نہیں؟ اب جا کر وہ کہتا ہے کہ ہاں اب لکھ لو۔ اس کے بعد وہ گناہ اس کے نامہ اعمال میں لکھ لیا جاتا ہے۔

اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے لیے اتنی آسانی کا معاملہ کر دیا ہے کہ نیکی فوراً لکھی جاتی ہے اور بدی کے لکھنے میں تاخیر کی جاتی ہے کہ شاید گناہ سے توبہ کر لے۔

بزرگوں نے فرمایا کہ جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً بلا تاخیر توبہ و استغفار اسی زمین پر کر لو جس زمین پر گناہ کیا ہے تا کہ قیامت کے دن جب زمین گناہ کی گواہی دے رہی ہو

تو یہ بھی گواہی دے دے کہ اس نے میرے بیٹے پر تو بہ بھی کر لی تھی ۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" جو شخص دنیا میں کوئی عمل کرتا ہے تو میں اس کو اس نیک عمل پر کئی گنا اجر و ثواب عطا کرتا ہوں اور جو شخص برائی یا گناہ کرتا ہے تو اس کو سزا اتنی ہی دیتا ہوں جتنا اس نے ناجائز کام کیا، گناہ کی سزا دوگنی بھی نہیں کرتا بلکہ گناہ کے برابر سزا دیتا ہوں یا معاف کر دیتا ہوں۔

اس رحیم وکریم اللہ کے ہاں نیکی کا بدلہ دس گنا اور گناہ کا صرف اتنا جتنا اس نے جرم کیا اگر بندے نے توبہ کر لی، استغفار کر لیا تو وہ بھی معاف کر دیا جاتا ہے

دراصل اللہ اپنے بندوں کو سزا یا عذاب دینا نہیں چاہتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بڑے پیارے انداز میں فرمایا۔

"اگر تم ایمان لے آؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کریگا!"

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب نہیں دینا چاہتے لیکن اگر بندے نے گناہوں پر کمر باندھ لی تو پھر کیا وہ بندہ اب بھی سزا کا مستحق نہیں ہے۔ اگر چہ موت سے قبل تک توبہ کا دروازہ بھی کھلا ہے۔

حدیث قدسی میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"یعنی جو بندہ میرے قریب ایک بالشت آتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب چلا جاتا ہوں اور جو بندہ ایک ہاتھ میرے قریب آتا ہے میں دو ہاتھ اس کے قریب چلا جاتا ہوں اور جو بندہ میری طرف پیدل چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

اللہ کی ذات تو انسان کو بخشنے کے بہانے ڈھونڈتی ہے۔ انسان اگر واقعی سچے دل سے اپنے مالک ومولا کے سامنے اپنے گناہوں پر شرمسار ہو کر معافی مانگ لے تو اللہ انسان کے سارے گناہوں کو نہ صرف معاف فرمادیتے ہیں بلکہ انسان کی توبہ و خلوص کو دیکھتے ہوئے گناہوں کو نیکیوں میں بھی بدل دیتے ہیں۔

کلمہ طیّبہ

(شاہدزبیر)

جب تک اس عالم میں دنیاوی حیات اور دنیا زندہ ہیں ایمان غیب سے ممکن نہیں لیکن اس کا بالذات قائم ہونا جبھی ممکن ہے جب وہم اور تخیل کی جولانی فناہ ہوجائے ۔کوئی شے اس قوت سے منقش نہ ہوتو ایمان بالغیب میسر آجاتا ہے ۔اللہ تعالیٰ چونکہ ہر چیز پر قادر ہے اس لئے محض اس کی عنایت اور ذاتی خواہش سے اس میں یقین قائم رہتا ہے اور جن افعال کو وہ سب سے زیادہ پسند فرماتا ہے وہ اس کی توحید کا اقرار ہے ۔آدمی اگر یہ چاہتا ہے کہ اس کے یکتا ہونے اس کے بالذات قائم ہونے اور اس کے سوا سب کچھ نہ ہونے پر قرار پکڑے تو اس تصور پر قائم ہو کہ اللہ کے سوا کوئی بھی مقصود، محبوب ومطلوب نہیں ۔حتیٰ کہ اس کا دل اللہ کے سوا ہر شے کی محبت سے خالی ہو۔رب کی تنہا ذات کو آنکھ موندھ کر اس کا ذکر کرے تو اللہ تعالیٰ کی بے کیف ذات سدا کیلئے بغیر تکلف اس کے سامنے آجائے گی ۔اس کا اظہار اور لذت جبھی ممکن ہے کہ وہ کہے لا الہ الا اللہ پھر یہ کہتے ہوئے اللہ کے سوا ہر شے کو معدوم سمجھے حتیٰ کہ اپنی ذات کی بھی نفی ہوجائے ۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا تیرے رب کا حکم سچائی اور انصاف (اعتدال) کے اعتبار سے پورا ہے (انعام)

امام غزالیؒ نے اسے قول ثابت ،کلمہ تقویٰ ،مقالید السموات و الارض سے درج کیا اور کہا کہ یہ کلمہ توحید ہے ۔کلمہ اخلاص ہے کلمہ تقویٰ ہے کلمہ طیبہ ہے ۔اس حکم کو صوفیا نے جلاالقلوب کا نام دیا اور کہا کہ اس کے ذکر سے اخلاص کی صورت میسر آتی ہے ۔کیونکہ یہ حرام کاموں سے روک دیتا ہے ۔قرآن حکیم کی کم وبیش پچاسی 85 آیات میں اس کا مضمون وارد ہوا ہے ۔ سورہ ابراہیم میں لکھا ہے کہ۔

"کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی اچھی مثال
بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ کی کہ وہ مشابہ ہے ایک عمدہ
پاکیزہ درخت کی جس کی جڑ زمین کے اندر گڑھی ہوئی
ہو اور اس کی شاخیں اوپر آسمان کی طرف جا رہی ہوں
اور وہ درخت اللہ کے حکم سے ہر فصل میں پھل دیتا ہو"

آپ ﷺ نے فرمایا جس نے لا الہ الا اللہ کہا جنت میں داخل ہوا۔ فی الترغیب میں حضرت عیسیٰ کے حوالے سے لکھا ہے کہ محمد ﷺ کی امت کے اعمال حشر کے ترازو میں اسلئے سب سے زیادہ بھاری ہیں کہ ان کی زبانیں ایک ایسے کلمہ کے ساتھ مانوس ہیں جو ان سے پہلی اُمتوں پر بھاری تھا کلمہ طیبہ کا مطلب ہے کہ اللہ پاک کے سوا کوئی معبود نہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ سارا کلام مجید کلمہ طیبہ کا ہی مفہوم ہے تو حق ہو گا کیونکہ ہر عمل کے لئے اللہ کے ہاں پہنچنے کے لئے درمیان میں ایک حجاب ہوتا ہے مگر لا الہ الا اللہ کے لئے کوئی حجاب نہیں۔ اس طرح معاملہ اقربیت تک پہنچ جاتا ہے۔ حضرت سعیدؓ بن زید، حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ زمانہ جاہلیت میں لا الہ الا اللہ پڑھا کرتے تھے۔

کلمہ طیبہ درحقیقت کلمہ نفی ہے جو شرک کے تمام دروازوں کو بند کرتا ہے۔ یہ محض اسی کی ذات ہے جو عرش، کرسی، زمین و آسمان کے تمام جوہروں کی خالق ہے۔ وہ ہر حاجت کو پورا کرنے والا ہے اور اسی کی عبادت کی جاتی ہے اور اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ سعادت ہی جاذب اخلاق کی بنیاد ہے اور اس کا انحصار کلمہ طیبہ پر ہے۔

ارشاد فرمایا حضور نبی ﷺ نے کہ جو شخص میرے اور خدا کے ساتھ کسی کو کسی امر میں شریک نہ کرتا ہو وہ بے شک جنت میں داخل ہو گا۔ اس کی تکرار سے وجوب وجود کے شریک کی نفی کی جا سکتی ہے اور یہ نفی جب مکمل ہے جب حق تعالیٰ کا غیر مقصود نہ رہے۔ حق تعالیٰ کے سوا کوئی مُراد نہ ہو کیونکہ معبودیت کا استحقاق صرف وہی رکھتا ہے اس کا مستحق وہی ہے جس کے لئے تمام

کمالات ثابت ہیں ۔ایسی صفات کا حامل صرف وہی ہوسکتا ہے ۔یہی کلمہ ایمان کی جڑ اور دین کی اصل ہے ۔چونکہ کلمہ طیبہ اپنے مالک کی بھرپور توجہ حاصل کر لیتا ہے اس لئے جب مالک اپنے غلام پر ناراض اور غضبناک بھی ہو تو جو عفو و مغفرت کو دوست رکھتا ہے اس کے لئے اس غلام پر ضرور شفقت و رحمت آجاتی ہے ۔غضب اور آزار اس سے دور کر دیا جاتا ہے ۔یہ کلمہ چونکہ شفاعت کرنے والا ہے اسی لئے یہ افضل الذکر بن گیا ۔حق تعالیٰ کے غضب کو دور کرنے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز فائدہ مند نہیں ۔رب رحمت نے فرمایا کہ:

"اگر میرے سوا سات آسمان اور سات زمینوں کو ایک پلڑے میں اور کلمہ لاالہ الا اللہ کو دوسرے میں رکھا جائے تو کلمہ طیبہ بھاری ہوگا"

حضرت ابوذر غفاری نے جب رسول اللہ ﷺ سے کوئی وصیت چاہی تو ارشاد ہوا کہ:

جب کوئی برائی سرزد ہو جائے تو کفارا کے طور پر فوراً
ایک نیک کام کر لیا کرو (تا کہ برائی دھل جائے)''

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ لاالہ الا اللہ پڑھنا بھی نیکیوں میں داخل ہے حضور ﷺ نے فرمایا

یہ تو ساری نیکیوں سے افضل ہے''

(احمد ۔بیہقی)

صوفیاء کہتے ہیں کہ دوران ذکر خود کو بے خود بنالے اور اس ذکر میں مست ہو جا تا کہ تیرے قلب پر انوار ذکر کا نزول ہو ۔حاکم نے حضور نبی کریم ﷺ کے حوالے سے لکھا کہ۔

میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی بندہ ایسا نہیں کہ دل
سے حق سمجھ کر اس کو پڑھے اور اسی حال میں مر جائے مگر وہ
جہنم پر حرام ہو جائیگا ۔وہ کلمہ لاالہ الا اللہ ہے''

اور فرمایا کہ:

لاالہ الا اللہ کا اقرار کرنا جنت کی کنجیاں ہیں (مشکوٰۃ)

ترمذی کی روایت ہے کہ:

کوئی بندہ ایسا نہیں کہ لاالہ الااللہ کہے اور اس کے لئے
آسمانوں کے دروازے نہ کھل جائیں ۔یہاں تک کہ یہ کلمہ سیدھا
عرش تک پہنچتا ہے بشرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ:

''نیکی کی تمام قسموں میں سب سے زیادہ پرعظمت قسم خدا تعالیٰ
کی صفات پر ایمان لانا اور ان کے ساتھ خدا کے ہونے کا
اعتقاد کرنا ہے ۔اس کی وجہ سے بندے پر اللہ تعالیٰ کی ذات کی
ذات سے تعلق کا دروازہ مفتوح ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی
بزرگی اور کبریائی کے منکشف ہونیکا ذریعہ نکل آتا ہے''۔

اس لئے مخلوق پر فرض ہے کہ ہر وقت دل سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ دنیا کے کام میں مشغول ہوتو بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہو اور افضل ذکر لاالہ الااللہ ہے ۔فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ نے تنبیہ الغافلین میں لکھا ہے کہ ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ کثرت سے لاالہ الااللہ پڑھتا رہا کرے۔

مجدّد الف ثانی حضرت احمد سرہندیؒ نے اس کلمہ طیبہ کو رحمت کے ان ننانوے حصوں کے خزانہ کی کنجی لکھا ہے جو آخرت کے لئے ذخیرہ فرمائے ہیں اور فرمایا کہ کفر کی ظلمتوں اور شرک کی کدورتوں کو رفع کرنے کے لیے اس کلمہ طیبہ سے بڑھ کر زیادہ شفیع اور کوئی کلمہ نہیں ۔رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جنت کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا ہے کہ:

''میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ۔جو شخص
اس (حکم) کو کہتا رہیگا میں اس کو عذاب نہیں کروں گا''

(ابوالشیخ کذافی الدر)

حضرت علیؓ نے دعوۃالحق کی تفصیل کرتے ہوئے کہا کہ توحید لاالہ الا اللہ ہی ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے بھی اس کی شہادت اسی طرح دی۔طبرانی نے بیان کیا کہ حضورﷺ نے صحابہؓ سے اپنے ایمان کی تجدید یعنی تازہ کرتے رہنے کی تلقین فرمائی جو پوچھا گیا کہ یہ تجدید کس طرح کریں تو فرمایا لاالہ الا اللہ کثرت سے پڑھا کرو۔فضیل بن عیاضؒ نے استغفار کی مثال صابن سے دی اور لاالہ الااللہ کو خوشبو کی مثل بتایا اور حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ قبر اندھیرا ہے اور اس کا چراغ لاالہ الا اللہ ہے۔شیخ ابو یزید قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لاالہ الااللہ پڑھے تو اس کو دوزخ سے نجات ملے۔حتیٰ کہ جس کے لئے پڑھا جائے۔حضور نبیﷺ نے فرمایا کہ اس کے پڑھنے کا اجر جنت کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔

(عکرمہؓ) اس کو دن یا رات میں پڑھنے والے کے اعمال نامہ سے برائیاں دھل جاتی ہیں۔

(انسؓ) قبر میں مسلمان اس سے اپنے رب کے خالق ہونے کی گواہی دیتا ہے (براءؓ)

ایک حدیث میں درج ہے کہ اس کو سو مرتبہ پڑھنے والوں کو قیامت کے دن میں ایسی حالت میں اٹھایا جائے گا کہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ان کا چہرہ روشن ہوگا اور اس کے پڑھنے والوں پر نہ قبروں میں وحشت ہے نہ میدان حشر میں۔حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

(قیامت کے دن) حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرمائیں گے
کہ جہنم سے ہر اس شخص کو نکال لو جس نے لاالہ الااللہ
کہا اور اس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو اور ہر
اس شخص کو نکال لو جس نے لاالہ الااللہ کہا ہو یا مجھے
(کسی طرح بھی) یاد کیا ہو یا کسی موقع پر مجھ سے ڈرا ہو"

صبر و تحمل مومن کی اخلاقی صفات

(ماہ طلعت نثار)

سورۃ بقرہ میں ارشاد خداوندی ہے اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر فاقہ کشی جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے ان حالات میں جو صبر کریں گے اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں گے، ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے انہیں خوش خبری دے دو، ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔

مذکورہ آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر انسان کو زندگی میں دو طرح کے حالات سے دو چار ہونا پڑتا ہے کبھی خوشی کبھی غم، کبھی راحت تو کبھی دکھ، کبھی قہقہے بھی آہیں اور سسکیاں بھی، آرام وسکون کبھی بے چینی واضطراب، کبھی صحت کی لذتیں تو کبھی بیماری کی آہ وبکا، کبھی رزق کی فراخی تو کبھی تنگی، کبھی شہنائی تو کبھی ماتم، کبھی نئی زندگی نئے پھول کی آمد پر مبارکباد تو کبھی موت پر تعزیت غرض یہ کہ زندگی اسی کا نام ہے۔ تصویر کے یہ دونوں رخ دنیاوی زندگی کی فطرت میں داخل ہیں۔ خوشیوں، لذتوں اور مسرتوں سے بھرپور زندگی تو انسان کو بہت دل کش اور بھلی معلوم ہوتی ہے اور انسان یہ نہیں سمجھتا کہ یہ سب کچھ میری کوششوں اور محنت کا پھل ہے۔ یہ نہیں سمجھتا کہ یہ سب کچھ رب کائنات کا فضل وکرم ہے۔ کب گردش زمانہ میں مصائب و آلام آتے ہیں تو انسان گھبرا اٹھتا ہے، چیختا ہے اور چیخ وپکار میں اپنے مالک کو بھی بھول جاتا بلکہ گلے شکوے کرنے لگتا ہے۔

ایمان والوں کی یہ خاص صفت ہے کہ وہ مصائب و آلام اور مشکلات میں صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں۔اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں،اسی پر بھروسا کرتے ہیں اور اسی سے مدد کے طلب گار ہوتے ہیں۔وہ اللہ کی رضا میں راضی ہوتے ہیں اور اللہ سے گلے شکوے نہیں کرتے

ایک مومن ہر طرح کے حالات میں ایسا طرز عمل اختیار کرتا ہے جو ایمان اور اللہ کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔وہ ایک مضبوط رویہ اختیار کرتا ہے یعنی صبر و شکر۔وہ مصائب و آلام میں بھی صبر و تحمل سے کام لیتا ہے جب کہ خوش حالی فراخی و فراوانی میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہے یعنی زبان سے کلمات تشکر ادا کرتا ہے۔دل میں اللہ کی عظمت کا احساس اور اپنے اعمال سے اللہ کے احکام کی بجا آوری کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورہ ابراہیم میں شکر گزاری کرنے والوں کے لیے فرمایا ہے:

"اگر شکر ادا کرو گے تو تمھیں اور زیادہ دیا جائے گا"۔

قرآن کریم کی سورۃ ہود میں ارشاد ربانی ہے:اگر کبھی ہم انسان کو اپنی رحمت سے نوازنے کے بعد پھر اس سے محروم کر دیتے ہیں تو وہ مایوس ہو جاتا ہے اور ناشکری کرنے لگتا ہے اور اگر اس مصیبت کے بعد ہم اسے نعمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو کہتا ہے میری ساری مصیبتیں دھل گئیں ،پس وہ اترانے لگتا ہے شیخی بگھارنے لگتا ہے مگر اس عیب سے پاک اگر کوئی ہے تو بس وہ لوگ ہیں جو صبر کرتے اور نیک کام کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے بڑی مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

مذکورہ آیات میں مومنین کی یہ نشانی بیان فرمائی گئی کہ وہ زوال نعمت کے وقت صبر سے کام لیتے ہیں اور عطائے نعمت کے وقت اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں اور اعمال صالح بجا لاتے ہیں زوال نعمت کے وقت ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ نامساعد حالات تکالیف اور پریشانی اللہ کی طرف سے میری آزمائش ہے۔ان حالات میں صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور اللہ ہی سے مدد طلب کرنی چاہیے اور اس بات پر یقین کامل ہونا چاہیے کہ اللہ کے سوا اور کوئی ان مشکلات کو دور نہیں کر سکتا۔بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ صبر و استقلال سے کام لینا چاہیے کیوں کہ

یہ اللہ پاک کا وعدہ ہے کہ ایسے لوگوں کے لیے بڑا اجر ہے اس لیے آزمائشوں سے بھی گھبرانا یا مایوس نہیں ہونا چاہیے محبوب ترین انبیاء کو بھی ڈالا تھا۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جان کی قربانی مانگ کر آزمائش میں ڈالا گیا، حضرت ایوب علیہ السلام نے صبر واستقامت کا عظیم مظاہرہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے نعم العبد کا لقب عطا فرمایا۔

خاتم الانبیاء ﷺ کی تو پوری زندگی آزمائشوں سے عبارت ہے۔ یتیمی کی حالت میں پیدائش و پرورش چھوٹی سی عمر میں تمام قریبی سہاروں کا چھن جانا، اعلان نبوت کے بعد قدم قدم پر مخالفت اور مظالم کا سامنا لیکن رحمت عالم کی طبیعت اور مزاج پر ذرا بھی ملال نہیں آیا اور آپ ﷺ صبر و استقلال سے اپنے اس مشن کو جاری رکھتے ہیں جس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو چنا تھا آپ ﷺ نے دین کی سربلندی اور کفر کو مٹانے کے لیے ان تمام تکالیف اور مشکلات کو صبر و استقلال اور خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

یہ بات ہمارے تجربے اور مشاہدے سے ثابت ہے کہ جن لوگوں نے صبر او ستقامت کا مظاہرہ کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے نہ صرف ان کی تکالیف اور غم کو دور کیا بلکہ غیر متوقع خوشیاں بھی عطا کیں۔ بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ نیک لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں زیادہ آتی ہیں۔ دراصل یہ ان لوگوں کی خوش بختی ہے کہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خصوصی تعلق ہے یہ تو انبیاء اور صحابہ کرام والی قسمت ہے جسے نصیب ہو جائے۔

دور حاضر میں امت مسلمہ آزمائشوں سے گزر رہی ہے نامساعد حالات انتشار واختلافات اور اندرونی وبیرونی سازشیں اپنے عروج پر ہیں اس پر ہمیں صبر کرنا چاہیے اور اپنی حکمت عملی طے کرنی چاہیے۔ اے رب کائنات امت مسلمہ کی آزمائشوں کو دور فرمادے۔ مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت کے جذبات کو فروغ دے۔ مسلمانوں کو وہ نور بصیرت عطاء فرمادے کہ سارے اختلافات کو مٹا کر متحد ہو جائیں اور ایک ایسی طاقت بن کر ابھریں کہ کوئی طاقت ان کا مقابلہ نہ کر سکے۔ (آمین)

انفاق فی سبیل اللّٰہ

(مولانا امین احسن)

دنیا اور اسباب دنیا سے محبت کے سبب سے اللّٰہ تعالیٰ سے جو غفلت ہوتی ہے اس کا سب سے زیادہ مؤثر اور کارگر علاج انفاق فی سبیل اللّٰہ یعنی اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنا۔

یہ بات ملحوظ رہے کہ ہم نے انفاق فی سبیل اللہ کی اصطلاح استعمال کی ہے، زکوٰۃ کی اصطلاح استعمال نہیں کی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ تزکیہ نفس اور احسان کے نقطۂ نظر سے دین میں جس چیز کی اہمیت ہے وہ انفاق کی ہے۔ صرف زکوٰۃ کی نہیں ہے۔ زکوٰۃ تو وہ کم سے کم مطالبہ ہے جو اسلام میں ایک صاحب مال سے کیا گیا ہے۔ اسلام کا اصلی مطالبہ تو انفاق کے لیے ہے جو سراً بھی ہو، اعلانیہ بھی ہو، تنگی میں بھی ہو، فراخی میں بھی ہو دوست اور عزیز کے لیے بھی ہو اور مخالف اور دشمن کے لیے بھی۔

زکوٰۃ ادا کردینے سے اسلامی حکومت کے مطالبہ سے تو آدمی ضرور بری ہو جاتا ہے ،قانون اس پر کوئی گرفت نہیں کرسکتا۔ لیکن جہاں تک اللّٰہ تعالیٰ کے مطالبہ کا تعلق ہے وہ صرف زکوٰۃ ادا کردینے سے پورا نہیں ہوتا بلکہ یہ اس وقت پورا ہوتا ہے جب آدمی اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ناگزیر ضروریات کے سوا ہر مصرف سے اپنا مال بچا کر اس کو اللّٰہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے جتن کرے۔ جو شخص اس اہتمام سے اپنا مال اللّٰہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے وہی درحقیقت انفاق کا اصلی حق ادا کرتا ہے۔ اور وہی ہے جو اس زندگی میں روح کی بادشاہی کا جلوہ دیکھتا ہے اور آخرت میں اپنے رب کی خوشنودی کی جنت دیکھے گا۔

ہم پہلے یہاں مختصراً انفاق کی برکات پر گفتگو کریں گے اس کے بعد ان آفات

کاذکر کریں گے جو انفاق کو باطل کر دیتی ہیں اور ساتھ ہی ان آفتوں سے اپنے انفاق کو محفوظ رکھنے کے لیے قرآن و حدیث میں جو تدبیریں بتائی گئی ہیں ان کی طرف بھی اشارہ کریں گے۔

انفاق کی برکات

اللہ تعالیٰ کے ساتھ حقیقی لگاؤ:

انفاق کی سب سے بڑی برکت یہ ہے کہ یہ آدمی کے دل کو اللہ کے ساتھ اس طرح جوڑ دیتا ہے کہ اس کے لیے اللہ سے غافل رہنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ آدمی کو مال سے جو محبت ہے اس کا فطری نتیجہ یہ ہے کہ وہ جس جگہ اپنا مال رکھتا ہے یا جس کام میں اپنا سرمایہ لگاتا ہے اسی جگہ یا اسی کام کے ساتھ اس کا دل بھی اٹکا رہتا ہے۔ اگر وہ اپنا مال کسی مخفی جگہ میں دفن کرتا ہے تو اس کا دل ہر وقت اسی گوشے میں گردش کرتا رہتا ہے۔ اگر وہ کسی بنک میں رکھتا ہے تو اس بنک کے ساتھ اس کا دل بندھ جاتا ہے۔ اگر کسی کاروبار یا کسی کمپنی میں اپنا سرمایہ لگاتا ہے تو رات دن اس کاروبار یا کمپنی کی فکریں اس کے سر پر سوار رہتی ہیں الغرض جہاں آدمی اپنا سرمایہ لگاتا ہے۔ تجربہ شہادت دیتا ہے کہ وہیں اس کا دل بھی رہتا ہے۔ اس حقیقت کی روشنی میں دیکھئے تو یہ بات بالکل واضح معلوم ہوتی ہے کہ جو شخص اپنا مال خدا کے راستے میں خرچ کرے گا اس کا دل بھی خدا ہی کے ساتھ رہے گا کیونکہ اس کا مال خدا ہی کے پاس ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ:

اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو......بلکہ اپنے لیے آسمان پر جمع کرو......کیونکہ جہاں تیرا مال ہے وہیں تیرا دل بھی لگا رہے گا۔ (انجیل متی: باب ۶: ۱۹۔۲۱)

معاشرے کے ساتھ حقیقی ربط:

اس کی دوسری برکت یہ ہے کہ صاحب انفاق کا اپنے معاشرے کے ساتھ بھی صحیح ربط

قائم ہو جاتا ہے۔غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ یہ چیز بھی کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ فلسفۂ شریعت کے اعتبار سے یہ دین کی دو بنیادوں میں سے دوسری ہے ۔ایک بندے کے صحیح بندہ بننے کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں: ایک یہ کہ رب کے ساتھ اس کا تعلق ٹھیک ٹھیک قائم ہو جائے۔دوسرا یہ کہ خلق کیساتھ وہ صحیح طور پر مربوط ہو جائے۔پہلی چیز آدمی کو نماز سے حاصل ہوتی ہے، جس کا بیان ہو چکا ہے، دوسری چیز اس کو انفاق سے حاصل ہوتی ہے۔چنانچہ یہی رمز ہے کہ نماز اور زکوٰۃ کا ذکر قرآن مجید میں ساتھ ساتھ ہوا ہے اور سورہ بقرہ کے شروع میں و یقیمون الصلوۃ کے ساتھ دوسری چیز جس کا ذکر ہوا ہے وہ انفاق ومما رزقنھم ینفقون ہے

یہ دونوں چیزیں درحقیقت وہ دو بنیادیں ہیں جن پر خالق اور خلق کے ساتھ آدمی کے سارے تعلقات کی عمارت قائم ہوتی ہے ۔اس وجہ سے یوں سمجھنا چاہیے کہ انہی دو چیزوں پر درحقیقت پورے دین وشریعت کی عمارت قائم ہے ۔پچھلے مذاہب میں بھی تمام نیکیوں کی جڑ انہی دو چیزوں کو قرار دیا گیا ہے۔

پڑوسی سے محبت کا اوّلین تقاضا یہ ہے کہ آدمی اس کے لیے اپنا مال خرچ کرے اس کے دکھ درد میں اس کا شریک بنے اور اس کی مشکلات میں اس کا ہاتھ بٹائے جس طرح اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا اولین مظہر نماز ہے ۔اسی طرح اس کی مخلوق کے ساتھ محبت کا اولین مظہر انفاق ہے۔

گو ظاہر میں یہ دونوں چیزیں الگ الگ ہیں لیکن ذرا گہری نظر سے دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے دوسری چیز درحقیقت پہلی چیز کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔جو آدمی خالق سے محبت کرے گا وہ اس کی مخلوق سے ضرور محبت کریگا۔اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی عیال سے تعبیر فرمایا ہے۔ انسان کی یہ فطرت ہے کہ اگر اس کو کسی سے محبت ہو جائے تو اس کے متعلقین سے بھی محبت ہو جاتی ہے اپنی اس فطرت کے تقاضے سے جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ اس کی مخلوق سے بھی محبت کرنے لگتا ہے اور یہ محبت قدرتی طور پر خلق کی ہمدردی اور ان کے لیے مالی ایثار کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ ان میں سے ایک چیز دوسری سے پیدا بھی ہوئی ہے اور پھر انہی دونوں پر تمام دین وشریعت کی بنیاد بھی ہے۔ایک تمام حقوق اللہ کا سرچشمہ ہے اور دوسری تمام حقوق العباد کی اصل ہے۔جو آدمی دوسروں کے لیے اپنا مال خرچ کرسکتا ہے وہ ان کے دوسرے حقوق ادا کرنے میں بھی تنگ دل نہیں ہوگا۔انسان کا دل اگر مال کی محبت اور بخیلی کی بیماری سے پاک ہوجائے تو اس کے لیے وہ تمام نیکیاں آسان ہوجاتی ہیں جن سے ایک آدمی اپنے معاشرے کا بہترین فرد بنتا ہے اور اگر اس کا دل مال کی محبت میں گرفتار رہے تو اس کے لیے نیکی کا ہر کام دشوار بن جاتا ہے۔

قرآن مجید نے یہ حقیقت اس طرح سمجھائی ہے:

"سوجس نے انفاق کیا اور پرہیزگاری اختیار کی اور اچھے انجام کو سچ مانا اس کو تو ہم اہل بنائیں گے راحت کی منزل کا اور جس نے بخالت کی اور بے پرواہوا اور اچھے انجام کو جھٹلایا اس کو ہم ڈھیل دے دیں گے کٹھن منزل کے لیے"۔(الیل۔۹۲:۵۔۱۰)

انفاق سے حکمت حاصل ہوتی ہے:

انفاق کی تیسری برکت یہ ہے کہ یہ دین کے دوسرے تمام عقائد واعمال کے لیے بمنزلہ غذا اور پانی کے ہے۔اس سے آدمی کی وہ نیکیاں جڑ پکڑ لیتی ہیں جو کمزور ونا تواں ہوتی ہیں اور اس کے وہ عقائد مستحکم اور پائیدار ہوجاتے ہیں جو ابھی اچھی طرح دل میں راسخ نہیں ہوئے ہوتے۔ دین کے عقائد اور اعمال کا یہی رسوخ واستحکام ہے جس کو قرآن مجید میں حکمت سے تعبیر کیا گیا ہے اور قرآن کے اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حکمت کے خزانہ کی کلید درحقیقت انفاق ہی ہے چنانچہ سورہ بقرہ کے آخر میں انفاق کی برکتیں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

"شیطان تمہیں تنگ دستی سے ڈراتا اور بے حیائی کی راہ سجھاتا ہے اور اللہ اپنی طرف سے مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔اور اللہ بڑی سننے والا اور بڑا علم رکھنے والا ہے۔وہ جس کو

چاہتا ہے حکمت بخشتا ہے اور جسے حکمت ملی اسے خیر کثیر کا خزانہ ملا"۔(البقرہ ۲:۲۶۸۔۲۶۹)

یہ اس انفاق کی برکت بیان ہوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنے دل کو دین کے احکام پر جمانے کے لیے کیا جائے۔ چنانچہ اس کی تمہید یوں شروع ہوتی ہے:

"اور ان لوگوں کے عمل کی تمثیل جو اپنے مال اللہ کی رضا جوئی اور اپنے دلوں کو جمائے رکھنے کے لیے خرچ کرتے ہیں"(البقرہ ۲:۲۶۵)

اپنے دل کو جمانے کے لیے یعنی دل کی خواہشات کے علی الرغم وہ اپنے مال اس لیے خرچ کرتے ہیں کہ ان کے لیے اللہ کے احکام کی تکمیل اور اس راہ میں ہر قربانی آسان ہو جائے جو لوگ اس مقصد سے مال خرچ کرتے ہیں ان کا صلہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ ان کو اپنی مغفرت اور اپنے فضل سے نوازتا ہے اور ساتھ یہ ان کو حکمت کا وہ خزانہ بھی عطا فرماتا ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

مال میں برکت:

انفاق کی چوتھی برکت یہ ہے کہ اس سے آدمی کے مال میں برکت ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں اس برکت کی مثال اس طرح بیان ہوئی ہے:

"ان لوگوں کے مال کی تمثیل جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانے کی مانند ہے جس سے سات بالیں پیدا ہوں اور اس کی ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ اور اللہ برکت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور اللہ بڑی گنجائش والا اور علم والا ہے"۔(البقرہ ۲:۲۶۱)

دوسری جگہ فرمایا ہے:

"اللہ سود کو گھٹائے گا اور صدقات کو بڑھائے گا"۔(البقرہ ۲:۲۷۶)

یہ برکت آخرت میں جو ظاہر ہوگی وہ تو ہوگی ہی اس دنیا میں بھی اس شخص کے مال میں برکت ہوتی ہے جو اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے بے شمار

بندے جواس کے مال سے فائدہ اٹھاتے ہیں اس کے لیے دعائیں کرتے ہیں ۔یہ دعائیں کرنے والے بالعموم اہل حاجت ہوتے ہیں جو اپنی حاجت مندی کے سبب سے اس بات کے مستحق ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں قبول فرمائے بلکہ بعض روایات سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے لیے اللہ کے فرشتے بھی برکت کی دعا کرتے ہیں ۔ایک حدیث ملاحظہ ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندوں پر کوئی صبح بھی نہیں آتی ہے مگر دو فرشتے اترتے ہیں،ایک یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ تو اپنی راہ میں مال خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور دوسرا یہ دعا کرتا ہے کہ تو بخیل کو بربادی اور نقصان عطا فرما۔

لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ برکت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے کی تجوریاں بھر جاتی ہیں یا اس کے بنک بیلنس میں اضافہ ہو جاتا ہے یا اس کے املاک و جائیداد کی مقدار اور تعداد کہیں سے کہیں جا پہنچتی ہے ۔بلکہ برکت کا مفہوم یہ ہے کہ مال کا جو حقیقی فائدہ اور نفع ہے جس مقدار میں وہ حاصل کرتا ہے اس کے مقابل میں دوسرے حاصل نہیں کرپاتے خلق خدا کی جو خدمت اس کے مال سے انجام پاتی ہے، دوسروں کے مال سے انجام نہیں پاتی معاشرے اور تمدن کی اصلاح و ترقی میں جو حصہ اس کے مال کا ہوتا ہے، دوسروں کے مال کا نہیں ہوتا ۔اللہ کی خوشنودی کا جو لازوال خزانہ وہ اپنے مال کے بدلے میں حاصل کرلیتا ہے، دوسرے اس سے محروم رہتے ہیں ۔خلق خدا کے دلوں میں عزت اور محبت کا جو مقام اسے ملتا ہے، روپے کو گن گن کرر کھنے والے اور کوٹھیوں اور کاروں کے مالک اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جو سکون قلب ۔جو اعتماد علی اللہ، جو قلبی مسرت اور دل اور روح کی جو بادشاہی اس کو حاصل ہوتی ہے، دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کو کبھی خواب میں بھی وہ چیز نظر نہیں آتی۔

"زندگی" میں گناھوں کا وبال

(ثناءاللہ سعد)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کے بقول:

" گناہوں کے ایسے بدترین نتائج ہوتے ہیں جو کہ انسان کے دل او ربدن کو دنیا وآخرت میں اتنا نقصان پہنچاتے ہیں جو اللّٰہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا اور ان میں سے بعض یہ ہیں

(۱) علم سے محرومی اس لئے کہ علم ایک ایسا نور ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ بندے کے دل میں ڈالتا ہے اور گناہ اس نور کو مٹا دیتا ہے۔

(۲) گناہ کی وجہ سے دل میں ایک وحشت سی پیدا ہو جاتی ہے جو گناہ کرنیوالا شخص اپنے اور اپنے رب کے درمیان محسوس کرتا ہے وہ ایسی بے تعلقی سی ہوتی ہے جس کے ہوتے ہوئے دل کے اندر لذت اور چاشنی بالکل محسوس نہیں ہوتی۔ چاہے دنیا کی تمام لذتیں دل میں جمع ہو جائیں لیکن دل میں جو وحشت پیدا ہو چکی ہوتی ہے اس کے ہوتے ہوئے اس کا دل لذت سے ذرہ بھر بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور نہ ہی محسوس کر سکتا ہے۔ اور یہ ایسی چیز ہے جس کو وہی شخص محسوس کر سکتا ہے جس کے دل میں حقیقی زندگی ہے اور وہ روحانیت سے بھرپور ہے۔ اس لئے کہ جو مردہ ہوتا ہے اس کو زخم کی بھی تکلیف محسوس نہیں ہوتی تو مردہ دل انسان دل کی لذت کے جانے اور اس میں وحشت کے آنے کو کیسے محسوس کر سکے گا؟ اگر گناہ صرف وحشت سے بچنے کیلئے چھوڑنے ہوں تو عقل مند دانا شخص کیلئے پھر بھی بہت ہی مناسب اور لائق ہے کہ گناہوں کو چھوڑ دے تا کہ اس کے دل میں وحشت نہ آئے۔

(۳) گناہ کی وجہ سے گناہ گار اور دوسرے لوگوں خصوصاً نیکوں کے درمیان وحشت اور

بے تعلقی پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ وہ گناہ گار شخص اپنے اور نیک لوگوں کے درمیان ایک اجنبیت سی محسوس کرتا ہے اور جس قدر یہ وحشت قوی ہوتی چلی جائے گی اسی قدر یہ شخص نیک لوگوں سے ان کی مجالس سے دور ہی ہوتا چلا جائیگا اور نیک لوگوں سے جو اس نے نفع اٹھانا تھا اس کی برکت سے محروم ہو جائے گا اور جتنا وہ رحمٰن کے گروہ سے دور ہوگا اسی قدر وہ شیطان کے گروہ کے قریب ہو جائے گا۔ اور یہ وحشت قوی ہوتی ہوتی اتنی مضبوط ہو جائے گی کہ اس کے اور اس کی بیوی، اولاد اور رشتے داروں کے درمیان بھی واقع ہو جائیگی۔ حتیٰ کہ معاملہ اس حد تک پہنچ جائے گا کہ اس شخص اور اس کے اپنے نفس کے درمیان بھی واقع ہو جائے گی تو اس وقت تم اسے دیکھو گے کہ وہ اپنے نفس سے وحشت محسوس کرنیوالا ہوگا۔

(۴) اس کے کام اس پر بہت ہی مشکل بنا دیئے جائیں گے۔ وہ جس کام کو کرنیکی طرف متوجہ ہوگا تو اس کے آگے ایک بند دروازہ پائے گا یا وہ کام اس پر بہت ہی مشکل ہوگا اور یہ معاملہ اس طرح ہے جیسا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کام آسان کر دیتا ہے اور جو کوئی تقویٰ کی پرواہ نہیں کرتا

اللہ تعالیٰ اس کے کام مشکل بنا دیتا ہے تعجب ہے کہ انسان بھلائی اور نفع کے دروازے کیسے بند پاتا ہے اور اس کے راستے کس طرح مشکل محسوس کرتا ہے اور اس کو علم تک نہیں ہوتا کہ ایسا کیوں کر ہوا اور اس کا اصلی سبب کیا ہے۔

(۵) یہ کہ وہ اپنے دل میں ایک اندھیرا محسوس کرتا ہے وہ واقعتاً اسے محسوس کرتا ہے جس طرح کہ سخت سیاہ اندھیری رات میں اندھیرا محسوس ہوتا ہے تو گناہ کا اندھیرا اس کے دل پر ایسے ہی ہوتا ہے جیسا کہ اس کی آنکھ کے سامنے رات کا اندھیرا محسوس ہوتا ہے، اس لئے کہ نیکی جو ہوتی ہے اس کا نور ہوتا ہے اور گناہ کا اندھیرا ہوتا ہے اور جب یہ اندھیرا قوی ہوتا جاتا ہے تو اس کی حیرت بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ گناہ گار انسان بدعات، گمراہیوں اور دیگر ہلاک کرنے والے امور میں واقع ہو جاتا ہے اور اسے علم وشعور تک نہیں ہوتا اور اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی

نابینا شخص رات کے اندھیرے میں اکیلا ہی چل رہا ہو۔ پھر گناہ گار شخص کا اندھیرا جو گناہوں کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے قوی تر ہونے لگتا ہے، یہاں تک کہ آنکھ میں ظاہر ہونے لگتا ہے پھر اور قوی ہوجاتا ہے حتیٰ کہ چہرے پر چھاجاتا ہے اور چہرے پر سیاہ داغ دھبے نمودار ہوجاتے ہیں جن کو ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا ہے بے شک نیکی کی چہرے پر رونق او روشنی ہوتی ہے دل میں نور ہوتا ہے رزق میں فراخی ہوتی ہے بدن میں طاقت آتی ہے اور نیک شخص کی لوگوں کے دلوں میں محبت جاگزیں ہوتی ہے اور بے شک برائی کی چہرے میں سیاہی دل میں اندھیرا ،بدن میں کمزوری، زرق میں کمی اور لوگوں کے دلوں میں اس کی بغض وعداوت جگہ پا جاتی ہے۔"

دوم یہ کہ گناہوں کی وجہ سے عمر کم ہوتی ہے اور اس کی برکت جاتی رہتی ہے۔کیوں نہ ہو جبکہ نیکی عمر میں زیادتی اور گناہ عمر میں کمی کا سبب بنتے ہیں۔جو گناہ دورحاضر میں عام ہو چکے ہیں ان میں بعض یہ ہیں:

۱- نماز نہ پڑھنا یا اسے تاخیر سے ادا کرنا۔
۲- زکوٰۃ نہ دینا یا اس کے دینے میں سستی کرنا۔
۳- طاقت ہوتے ہوئے بھی حج نہ کرنا۔
۴- غیبت اور چغلی کرنا۔
۵- نشہ آور اشیاء استعمال میں لانا اور سگریٹ پینا اور منشیات (عقل پر پردہ ڈالنے والی اشیاء) استعمال کرنا۔
۶- عورت کا ریا اور شہرت کا لباس پہن کر بغیر محرم کے بازاروں میں نکلنا۔
۷- بچوں کی اہل یورپ کے طریقوں کے مطابق تربیت کرنا۔
۸- فحش فلمیں دیکھنا اور گانے سننا۔
۹- شوخ قسم کے گندے ناول پڑھنا۔

۱۰۔ بلاوجہ ڈرائیوراور نوکر چاکر کا گھر میں داخل ہوجانا۔

۱۱۔ شراور فساد والوں کی مجلس اختیار کرنا۔

۱۲۔ خاوند کو کچھ نہ سمجھنااوراس کی نافرمانی کرنا۔

اوران کے علاوہ اور بھی بہت گناہ ہیں۔لیکن ہم پر لازم ہے کہ ہم طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ سے ڈریں اوراس کے حکم کی تعمیل کریں چنانچہ اس کا فرمان ہے۔

"اے ایمان والو!تم اپنے آپ کواوراپنے اہل وعیال کوجہنم کی آگ سے بچالو"

وقت

وقت اتنی قیمتی چیز ہے کہ اسے کسی بھی دولت کے عوض خریدا نہیں جاسکتا!

وقت اتنا تیز رفتار ہے کہ اس کو دنیا کی کوئی تیز رفتار چیز نہیں پکڑسکتی۔!

وقت ایک ایسا ترازو ہے جس کے ایک پلڑے میں زندگی ہے اور دوسرے میں موت!

وقت کوٹھوکر مارنے والے ہمیشہ دوسروں کی ٹھوکروں کا نشانہ بنتے ہیں!

تقدیر ہمیشہ ان لوگوں کا ساتھ دیتی ہے جو وقت کی قدر کرتے ہیں!

وقت ایک ایسا لمحہ ہے جوانسان کو بنا بھی سکتا ہے اور گنوا بھی سکتا ہے!

وقت کے گزرنے کا احساس انسان کو اس وقت ہوتا ہے جب یہ اس سے بہت آگے نکل جاتا ہے!

اصلاحِ باطن (انتقام سے پرہیز)

(حافظ محمد ھارون)

انسان کی فطرت بھی عجیب ہے اگر اس کے ساتھ کوئی نیکی کرے تو اس کے معاوضے کے لئے سالہا سال میں بھی تیار نہیں ہوتا لیکن اگر اس کے ساتھ برائی کی جائے تو جلد از جلد انتقام لینا چاہتا ہے۔بدی کی مکافات کا جذبہ اس کے دل میں بہت جلد پیدا ہوتا ہے اور بری طرح پیدا ہوتا ہے۔انتقام کا جن اس کے حواس باطل کر دیتا ہے۔آسمانی فرشتے ﴿واعفوا واصفحوا﴾ کی صدا بلند کرتے ہیں اور ﴿والکاظمین الغیظ﴾ نعرے لگاتے ہیں لیکن اسے کچھ سنائی نہیں دیتا۔ "اکرم مردی احسن الی من اسا " کا جلی کتبہ دکھاتا ہے لیکن اسے ایک حرف نظر نہیں آتا۔

بارگاہ ایزدی کا آئین ہے کہ بدی کی سزا بدی کے بقدر اور نیکی کی جزا دس گنا دی جاتی ہے لیکن انسانی فطرت کا قانون اس کے برعکس ہے ایک انسان نیکی کا بدلہ اگر دیتا ہے تو نیکی کے بقدر لیکن بدی کا بدلہ وہ دس گناہ زیادہ لینا چاہتا ہے۔پس اگر کوئی اسے "تم" کہتا ہے تو وہ اسے "تو" کہتا ہے اور جو اسے "تو" کہتا ہے تو اس کا جواب گالی سے دیتا ہے پھر اس کا جواب زبان کی بجائے ہاتھ سے دینا چاہتا ہے۔

انتقام لینے کی طرف انسان کو بالطبع میلان ہے اور میلان بھی ایسا ہے کہ کوئی دوسرا میلان اس کی برابری نہیں کرسکتا۔اس لیے اس کی روک تھام میں سب سے زیادہ اہتمام چاہیے۔انتقام ایک وحشیانہ عدل ہے قانونی نہیں قانون کا کام یہ ہے کہ انتقام کی راہ کو بند کرے جو شخص کسی کے ساتھ برائی کا مرتکب ہوتا ہے وہ قانون سے تجاوز کرتا ہے لیکن جو شخص اس کا عوض لیتا ہے وہ

قانون کو معطل کرتا ہے۔دشمن سے انتقام لینے میں آدمی اس کے برابر بلکہ اس سے بدتر ہوجاتا ہے مگر معاف کرنے میں اس سے برتر ہوتا ہے کیونکہ بزرگوں اور بادشاہوں ہی کا کام ہے معاف کرنا حضرت سلیمان کا قول ہے کہ آدمی کی دانائی غصے کو ٹالتی ہے اور یہ اس کی عظمت ہے کہ خطا سے درگزر کرے۔"دانشمند حال اور استقبال کی طرف توجہ کرتے ہیں ماضی کی باتوں کو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہو چکیں۔گزشت آنچه گزشت گزشته راصلوٰۃ "معاف کرواور فراموش کرو" کے زریں مقولے پر ان کا عمل ہے کسی نے برائی کی تو کی قصہ تمام ہوا۔

واضح رہے کہ کوئی شخص برائی کو برائی کی خاطر نہیں کرتا بلکہ اس میں اپنی منفعت یا کوئی خوشی یا عزت یا کوئی اور بات اسی طرح کی دیکھ کر برائی کرتا ہے،برائی کرنے میں ہر شخص اپنے تئیں دوسرے سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔اس لیے ہمیں غصہ نہ ہونا چاہیے کہ کوئی شخص اپنے تئیں دوسرے سے زیادہ عزیز رکھتا ہے اپنے نفع کے واسطے ہمیں ضرر پہنچاتا ہے اگر کوئی شخص اپنی بدسرشتی کے اقتضا سے برائی کرے تو اس کا حال کانٹے کا سا ہے جو چبھتا ہے اور چھیلتا ہے کیونکہ اس کے سوا وہ اور کچھ کر ہی نہیں سکتا۔جب برائیوں کی سزا قانوناً نہیں مل سکتی اگر ان کا خفیف سا عوض لے لیا جائے تو خیر کوئی مضائقہ نہیں،مگر وہ کہیں اس حد تک نہ پہنچ جائے جو قانوناً تم کو مجرم بنائے اور سزا کا مستحق کرے جس سے ایک اور دشمن قانون پیدا ہو جائے اور ایک کے دو دشمن ہو جائیں،" یک نہ باشد دو شد"۔دشمن کے واسطے ایسی بھٹی گرم نہیں کرنی چاہیے کہ جس کی گرمی سے خود اپنا منہ جھلس جائے جس کے لیے یہ پنجابی مثل مشہور ہے ہرکھ(غصہ) کا مارا نرک(دوزخ) کو جاتا ہے۔بعض آدمی دشمن کو جتلا کر انتقام لینے میں خوش ہوتے ہیں وہ نامرد کمینوں کی طرح اس کو چھپاتے نہیں اور کمین میں بیٹھ کر تیر نہیں لگاتے گویہ ان کی فراخ حوصلگی ہے لیکن اس کے عوض جو قانونی سزا خود ان کو بھگتنی پڑے گی اس کے مقابلے میں یہ طریق انتقام اور جوش غضب نہایت گراں پڑتا ہے بالفاظ دیگر وہ اپنے آپ سے انتقام لیتے ہیں۔ایک شخص نے اپنے بے وفا دوستوں کی نسبت کہا کہ دوست جو برائی کریں وہ معاف نہیں ہو سکتی کیونکہ حکم یہ ہے کہ دشمنوں کی خطائیں معاف کرو

نہ دوستوں کی لیکن اس قول میں بھی ہمیں افراط وتفریط سے بچ کر اعتدال کو کام میں لانا چاہیے۔ حضرت ایوبؑ کا فرمان ہے کہ کیا ہم خدا سے اچھی اچھی چیزیں لیں اور بری نہ لیں لہٰذا اسی فرمان کے پیش نظر دوستوں کیساتھ ایک مناسب انداز پر برتاؤ کرو یعنی جن دوستوں سے فائدہ اٹھاتے ہو ان سے نقصان بھی اٹھالو۔

یہ امر تحقیق ہے کہ جو شخص انتقام کے درپے رہتا ہے وہ اپنے زخموں کو ہرا رکھتا ہے۔ اگر وہ درپے انتقام نہ رہتا تو یہ زخم بھر کر خودبخود اچھے ہو جاتے۔ بہترین اور سخت ترین انتقام یہ ہے کہ تم اپنے دشمنوں کیساتھ نرمی اور شیریں کلامی کے ساتھ ان کی ہڈیاں توڑ دو اور ان کے سر پر کوئلے جلا کر ان کی روح کو مجروح کرو اور ان کی خطائیں معاف کر کے اپنی روحانی خوشیوں کی پرورش کرو۔

انتقام میں اپنے ہی مزاج کا زہریلا مادہ اپنے اوپر اثر کرتا ہے (اگر تم پورا انتقام نہیں لے سکتے تو فی الحال رنج وتکلیف میں مبتلا رہو گے اور اگر پورا عوض لے سکتے ہو تو آئندہ خود سخت ترین رنج اٹھاؤ گے) انسان کو انتقام سے زیادہ کوئی چیز گزند رساں نہیں جو اس کو خود اپنے ہاتھ سے پہنچتا ہے انتقام غصہ کی سب قسموں سے زیادہ سخت قسم ہے۔ جو شخص کسی کو ضرر پہنچاتا ہے وہ برائی کو شروع کرتا ہے مگر وہ اس برائی کا انتقام لیتا ہے وہ اس کو بے انتہا بڑھاتا ہے اور ایک ایسی مستقل بے عزتی اور بے آرامی خریدتا ہے جس کو نیک دلی اور خوش چلنی بھی الگ نہیں کر سکتی لہٰذا اپنے ہی فائدے کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں چاہیے کہ جو شخص ہمیں ضرر پہنچائے اس کی مثل بلکہ اس سے بدتر نہ بنیں

آپ نے کبھی غور کیا کہ انتقام کا جذبہ کیونکر پیدا ہوتا ہے؟ صرف ذاتی مفاد کی مخالفت پر یہ جذبہ ابھرتا ہے۔

خواہ یہ مفاد مال سے تعلق رکھتا ہو خواہ آبرو سے اور خواہ جان سے مثلاً کوئی شخص کسی کو مالی نقصان پہنچائے یا اس کے جسمانی آزار کا باعث ہو تو فوراً انتقام کے لیے آمادہ ہو جائے گا۔

جب انتقام کی آگ بھڑکتی ہے اور کوئی شخص بدلہ لینے کیلئے آمادہ ہوتا ہے تو سب سے

پہلے وہ اپنی قوتوں کا جائزہ لیتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس کے اندر کون سی ایسی طاقت موجود ہے جسے وہ اپنے حریف کے خلاف کامیابی سے استعمال کر سکتا ہے۔ پس انسان میں جو خاص طاقت ہوتی ہے وہ اسے استعمال کر کے اپنے حریف کو نقصان پہنچاتا ہے اور انتقام کے جذبے کو تسکین دیتا ہے

چنانچہ ایک تنومند اور طاقتور انسان جب کسی سے انتقام لینا چاہتا ہے تو اس کی رگوں میں خون کھولنے لگتا ہے اس کے بازوؤں کو جنبش ہوتی ہے اور وہ اپنے حریف کو زدوکوب کی دھمکی دیتا ہے یا بالکل مغلوب الغضب ہو کر اسے جسمانی آزار پہنچاتا ہے اور اس طرح اپنے دل کا بخار نکالتا ہے۔

جب کسی شخص میں طاقت جسمانی نہیں ہوتی تو وہ اپنی دوسری قوتوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے، مثلاً اگر وہ ذہین چالاک اور قانونی نکات سے واقف ہے تو وہ اپنے حریف کو کسی آفت ناگہانی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اسے بدنام و رسوا کرتا ہے اور اس کی عزت و شہرت کو خاک میں ملا دینے کی تدبیریں سوچتا ہے۔

اگر کوئی شخص دولت یا حکومت رکھتا ہے تو حریف کو طرح طرح کے جانی اور مالی نقصان پہنچاتا ہے۔ روپے میں بڑی طاقت ہے اس کے ذریعے سے ناخدا ترس شورہ پشتوں اور قاتلوں کو مول لیا جا سکتا ہے اور پھر انہیں مخالفین کی ایذا رسانی پر مامور کیا جا سکتا ہے۔ جب ایک شخص کسی اور طریقے سے انتقام نہیں لے سکتا تو وہ روپیہ خرچ کر کے اس طرح اپنے اشتعال طبع کو فرو کرتا ہے، ارباب حکومت اگر کسی سے بدلہ لیتے ہیں تو حوالات اور جیل کے دروازے اس کے لئے کھول دیتے ہیں یا جرمانے وغیرہ کے ذریعے سے اسے مالی نقصان پہنچاتے ہیں ایک وکیل کسی سے بدلہ لیتا ہے تو اس کے برخلاف ایک مقدمہ کھڑا کر دیتا ہے اور قانون کی مدد سے اسے مورد الزام ٹھہرا کر سزا دلواتا ہے۔

ایک شاعر کسی سے انتقام لینا چاہتا ہے تو اس کی دماغی قوتیں فوراً بیدار ہو جاتی ہیں اور وہ ایک ہجو تیار کر کے اور اپنے حریف کو منظور گالیاں دے کر اپنا دل ٹھنڈا کر لیتا ہے۔

ایک اخبار نویس کسی سے بگڑتا ہے تو اپنے اخبار کے صفحات اس کے سامنے آجاتے ہیں جن کے ذریعے سے وہ جس کے دامن شہرت کو چاہے داغدار ثابت کرسکتا ہے وہ اپنی انشا پردازی کی مشق کو ایک بڑی طاقت سے تعبیر کرتا ہے اور غرور اس کے کان میں کہتا ہے کہ تمہارا قلم اصفہان کی تلواروں اور جرمنی کی توپوں سے کم قوت نہیں رکھتا۔

بہر حال انتقام کا جذبہ بہت خوفناک ہے اور دنیا میں ہر طرف اس کی آگ مشتعل نظر آتی ہے۔انسان اپنے مفاد کے خلاف کسی کو دیکھنا ہی نہیں چاہتا۔ایک فقیر سے لے کر ایک امیر تک بلکہ ایک بادشاہ تک میں انتقام کا جذبہ موجود ہے رشتہ دار، رشتہ دار سے اور دوست، دوست سے اس کی بدی کا انتقام لینے کے لیے آمادہ ہے۔

جب انتقام لینے کی طاقت موجود ہو تو وہ اپنے حریف کے خلاف اس طاقت کو استعمال کرتا ہے لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے ستانے والوں سے انتقام لینے کے لئے کسی قسم کی طاقت نہیں رکھتے نہ ان کے پاس زوربازو ہے نہ دولت وحکومت ہے نہ ان کے منہ میں زبان ہے اور نہ ہاتھ میں قلم ہے ایسے بے کسوں کا جب دل دکھتا ہے اور کوئی ان کے ساتھ بدی کرتا ہے تو وہ آسمان کی طرف دیکھتے ہیں ان کے منہ سے ایک آہ نکلتی ہے۔یہ وہی آہ ہوتی ہے جس کے متعلق حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں:

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن

اجابت از در حق بہر استقبال می آید

یہ انتقام بہت سخت ہوتا ہے اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کرسکتی۔یہ آہیں کبھی بجلیاں بن کر اہل ظلم کے خرمن حیات پر گرتی ہیں اور کبھی سیلاب بن کر زندگی کی تعمیر کو فنا کرتی ہیں

اس کی وجہ ہے کہ انتقام کا کام قدرت الٰہی اپنے ذمے لے لیتی ہے لیکن یہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان صبر وضبط کے ساتھ اپنے معاملات عدالت ایزدی کے سپرد کردے اور سچے دل سے کہے کہ میں اپنا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں خدا بندوں سے خوب آگاہ ہے۔''

بہر حال بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر لوگوں کو صبر و تحمل کی عادت ہو جائے اور وہ واقف ہو جائیں کہ

در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست

انسانی زندگی ہزار تلخیوں اور نامرادیوں سے پاک ہو جائے' اگر صبر کی تکلیف نہ اٹھائی جائے تو کم از کم غور و فکر ہی سے مدد لے کر معاملات کو آسان بنایا جا سکتا ہے مثلاً جب کسی شخص سے بدی سرزد ہو تو اس کے اسباب پر غور کریں اور جب انتقام کا جذبہ ہمارے دل میں پیدا ہو تو اس کے انجام و عواقب کو پہلے سوچ لیں۔ صرف ان دو باتوں پر عمل کرنے سے بڑی حد تک انتقام کی آگ فرو ہو جائے گی اور ہمارے قلوب بغض و عداوت کی آلودگیوں سے نجات پا جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر کسی کو جسمانی مالی اجتماعی یا علمی طاقت عطا کی ہے تو اس عطیہ خداوندی کو انتقام اور ایذاء دہی میں صرف کرنا اس کی بدترین توہین ہے جس سے ہر شکر گزار بندے کو اجتناب کرنا چاہیے۔ ایک جنگ میں حضرت علیؓ اپنے دشمن کے سینے پر چڑھ بیٹھے قریب تھا کہ اسے خنجر سے قتل کر دیں کہ دشمن نے آپ کے روئے مبارک پر تھوک دیا آپ فوراً اس کے سینے سے اتر آئے دشمن نے غیر متوقع اور بے محل مہربانی کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا پہلے تم سے اللہ کے لیے دشمنی تھی' اب ذاتی غصہ و انتقام کا نتیجہ ہو گی'' عفو اسلام کی اس مثال سے وہ شخص مسلمان ہو کر کفار کے ساتھ لڑتا رہا۔

ایک نیک دل شخص نے اپنے اکلوتے فرزند کو ایک سو اشرفی دے کر بسلسلہ تجارت سفر پر روانہ کیا۔ قضا کار پہلی منزل میں ایک ڈاکو نے قتل کر کے اس کا مال لوٹ لیا۔ چند رہرووں نے ہر چند کہ قاتل کا تعاقب کیا لیکن وہ بھاگ کر جان بچانے میں کامیاب ہو گیا' اور رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر وہ مقتول کے گاؤں میں اس کے باپ ہی کے گھر پہنچ گیا اور تمام واردات قتل و غارت سنا کر اس سے چند روز کے لیے پناہ مانگی تا کہ خطرے کا وقت گزر جائے اور اسے اس خدمت کے عوض میں مال غنیمت میں سے نصف حصے کا لالچ بھی دیا نیک دل باپ نے تھیلی اور

مقدار رقم سے صحیح انداز ہ لگالیا کہ یہ میرا بیٹا ہی قتل ہوا ہے ۔مقتول کے باپ نے تین روز تک اس کی نہایت خاطر تو اضع کی ۔چوتھے روز اس نے قاتل سے باچشم پُرآب دست بستہ عرض کیا کہ جس نوجوان کو تم قتل کر کے اس کا مال لوٹ کر لائے ہو فی الحقیقت وہ میرا ہی اکلوتا بیٹا تھا بہتر ہے کہ آپ اب یہاں سے تشریف لے جائیں کیونکہ خطرے کا وقت گزر چکا ہے لیکن اب مجھے یہ خطرہ ہے کہ مبادہ شفقت پدری وفطرت انسانی سے مجبور ہو کر کسی وقت میرے جذبات انتقام جوش میں آ جائیں اور میں مغلوب الغضب ہو کر تمہیں قتل کر ڈالوں اور ثواب صبر سے محروم رہ کر الٹا گرفتار ہو جاؤں ۔" چنانچہ قاتل فرزند کو مع مال غنیمت کے بغیر کسی قسم کے اظہار رنج کے رخصت کر دیا ۔

سنا میں نے مردان راہ حق — نہ قتل پسر کا بھی لیں انتقام
جو ادنی خطا پر بھی ہو منتقم — تجھے کب میسر بھلا یہ مقام

بیشک بہترین خوبی معاف کرنا اور فراموش کرنا ہے اور یہ خوبی پیدا کرنا بیحد مشکل ہے انتقام خاصہ بشریت ہے؟ شاہ ہناطلہ اور شاہ خراسان کے درمیان جنگ ہوئی ۔شاہ ہناطلہ کے ارکان دربار شاہ خراسان کو اس مضمون کے خطوط بھیجتے تھے کہ ہم تمہاری ہر طرح مدد کریں گے تم بے خطر ہو کر شاہ ہناطلہ پر فوج کشی کر دو ۔شاہ خراسان نے وہ تمام خطوط سربمہر کر کے خزانے میں رکھوا دیے ۔اتفاقاً شاہ ہناطلہ غالب آیا جب خزانے پر قبضہ کر لیا ،وہ تھیلی بھی ملی شاہ ان خطوط کو دیکھ کر حقیقت حال اور امر واقعہ سمجھ گیا اور انہی ارکان دربار کو بلا کر کہا کہ یہ خطوط مجھے ملے ہیں ممکن ہے کہ آپ لوگوں نے حفظ ماتقدم کیا ہو ۔لہٰذا اب ان کو جلا دیں ۔چنانچہ اپنے سامنے ان تمام خطوط کو جلوا دیا اور ان ارکان دربار سے کوئی باز پرس نہ کی اور ان کو اپنے عہدوں پر برقرار رکھ کر مطیع وفرمانبردار بنالیا ۔عفوو درگزر کی ایسی مثال کم ہی ملے گی ۔دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو انتقام سے پرہیز کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین ۔

موت کے بعد نفوس کے مقامات

(سلطان بشیر محمود)

مرنے کہ بعد روحیں ایک پردہ کے پیچھے چلی جاتی ہیں جسے قرآن کریم میں برزخ کا نام دیا گیا ہے لیکن یہ مقام کوئی دور نہیں بلکہ یہیں کہیں ہے یعنی اگر زندگی دن ہے تو موت رات ہے ۔پس شخصیت کی دو حالتیں ہیں، پہلی زندگی کی جسمانی حالت ہے اور دوسری اس کی روحانی حالت ہے ۔جیسے پانی کبھی مائع ہوتا ہے اور کبھی بھاپ کبھی پتھر کی طرح سخت لیکن ہر صورت میں وہ ہوتا پانی ہی ہے ۔اپنی مائع حالت میں وہ ضرور کسی نہ کسی برتن کا مقیدہ ہوتا ہے گیس کی حالت میں وہ آزاد ہے جہاں چاہے نکل جائے جب کہ ٹھوس حالت میں وہ برتن کے بغیر بھی مقید ہے موت کے بعد نفس کا مقام اور اس کی اڑان کا انحصار دنیاوی حیات میں اس کی کیفیت پر ہے کہ اس نے کیا کیا، کیا سوچا ہر چیز ہی اس کی نشو ونما کو متاثر کرتی ہے ۔جیسے ہماری غذا ہمارے جسم کی نشو ونما کرتی ہے اسی طرح ہمارے اعمال اور خیالات سے ہمارے نفوس کی نشو ونما ہوتی ہے صحیح ایمان اور عمل نفس کو علیین کی بلندیوں تک لے جاتا ہے جب کہ باطل اعمال اور سفلی خواہشات کے بوجھ سے گنہگار نفس اٹھنے چلنے کے قابل بھی نہیں رہتے اور موت کے بعد زمین پر مایوس سرگرداں رہتے ہیں ایسے ہی سرگرداں نفوس کو بھوت کہا جاتا ہے ان میں اکثریت غیر مسلموں کی ہوتی ہے شاید روحوں کے بلانے کے واقعات کا تعلق بھی بھوتوں ہی سے ہوتا ہے (واللہ اعلم اصواب)

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے پتا چلتا ہے کہ موت کے بعد لوگ مندرجہ ذیل کیفیات میں تقسیم ہو جاتے ہیں ۔

1۔وہ جو براہ راست جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

2۔وہ جو عالم برزخ میں کائنات کی سیر کے مزے لیتے ہیں۔

3۔وہ جن پر قیامت تک نیند طاری ہو جاتی ہے۔

4۔وہ بدقسمت جو اسی زمین پر حسرت اور مایوسی کے عالم میں بھوت بن کر پریشان اور گرفتار ہیں۔

5۔وہ نفوس جو سیدھے جہنم میں پھینک دیے جاتے ہیں۔

قیامت سے پہلے نفوس کی ان کیفیات کے بارے میں عمومی قانون سورۃ البقرہ کی آیت مبارک 286 میں درج ہے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، اس کیلئے وہ جو اس نے کمایا اور اس پر وہی (اثرات) ہیں جو اس نے کمایا"۔سورۃ البقرہ آیت 286۔

اس آیہ مبارک کی تشریح میں تفسیر رفاعی کے مفسر حافظ سعید احمد رفاعی لکھتے ہیں کہ انسان جو عمل بھی کرتا ہے اس کے اچھے برے اثرات اس کے باطن پر اس طرح مرتب ہو جاتے ہیں جس طرح غذا کے اثرات جسم پر مرتب ہو جاتے ہیں جب انسان دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اور جسم فنا ہو جاتا ہے اور روح مجرد عن المادہ ہوتی ہے اس وقت برے اثرات اسے اذیت پہنچاتے ہیں یوں انسان پر قیامت سے پہلے دو دور آتے ہیں ایک دنیاوی زندگی مدت اور دوسرے عالم برزخ کی مدت ان کے متعلق سورہ الانعام کی آیت 2 میں ارشاد ہے کہ:۔

"وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا' پھر تمہارے لیے زندگی کی ایک مدت مقرر کر دی اور اس کے بعد ایک دوسری مدت بھی ہے جو اس کے ہاں طے شدہ ہے مگر تم لوگ جو کہ شک میں پڑے ہوئے ہو"۔

زندگی کی مدت گزرنے کے بعد جس دوسری مدت کا ذکر فرمایا گیا ہے یہ عالم برزخ کی

زندگی ہے۔واقعی اس کے متعلق انسان شک میں پڑا ہوا ہے۔اس کے بعد قیامت ہے اور پھر یوم الدین اور پھر جزا یا سزا کا دور ہے۔اس مضمون میں ہمارے زیر بحث مسئلہ موت کے بعد برزخی زندگی ہے۔قرآن کریم،احادیث طیبہ اور سائنسی اور غیر سائنسی مشاہدات سے ثابت ہوتا ہے کہ موت کے بعد اپنی برزخی حالت میں نفس مندرجہ ذیل صورتوں میں زندہ رہتا ہے۔

نفس مطمئنہ: یہ اعلیٰ ترین حالت ہے یہ وہ نفوس ہیں جو دنیاوی حیات کے دوران اللّٰہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔"وہ اس سے راضی اور وہ اس سے راضی"۔یہ ان کا معاملہ ہوتا ہے مرنے کے فوری بعد ان کے نفوس کیلئے جنت کا فیصلہ ہوجاتا ہے۔ان میں انبیاء،صدیقین،صالحین اور شہداء شامل ہیں۔ان خوش قسمت لوگوں کو جنت کیلئے یوم الدین کا انتظار نہیں کرنا پڑتا بلکہ موت ان کیلئے جنت کا دروازہ ہے۔ایسے نفوس کی موت کے وقت فرشتے اسکو خوشخبری سناتے ہیں

"اے نفس مطمئنہ!اپنے رب کی طرف واپس ہوجا تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ہے، (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں)میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔ (سورۃ الفجر،آیات:30-27)

ایسے ہی ایک نفس مطمئنہ کا واقعہ سورۃ یٰسین میں بیان فرمایا گیا ہے۔اس عظیم انسان کو کافروں نے حق کی گواہی دینے پر شہید کردیا لیکن وہ اپنی شہادت کے بعد بھی اپنی کافر قوم کا خیر خواہ ہے۔ان لمحات کی کہانی قرآن کریم مندرجہ ذیل الفاظ میں دیتا ہے۔

جنت میں داخل ہو جاؤ اس نے کہا! کاش میری قوم جانتی کہ میرے ربّ نے میری کیسے مغفرت کی،اور مجھے عزت والوں میں سے کیا''۔سورہ یٰسین،آیت 27-25

دراصل اللہ تعالیٰ اپنے تمام نیک بندوں کو ایسا انعام عطا فرماتا ہے ارشاد ہے:۔

''اور جنہیں موت کے وقت فرشتے وصول کر لیتے ہیں، وہ پاک باز بھی ہوں، وہ ان سے کہتے ہیں کہ سلامتی ہو تم پر داخل ہو جاؤ جنت میں اس وجہ سے جو تم نیک اعمال کرتے تھے''۔
(سورۃ النحل آیت:32)

سید ھے دوزخی نفوس: نفوس مطمئنہ کے مقابلہ میں انتہائی بدنصیب وہ نفوس ہیں جن کو موت کے فوری بعد سزا کا حکم سنایا جاتا ہے اور ان پر دوزخ کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں قرآن کریم میں ان کی مثال فرعون سے دی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے باغی تھے۔ ایسے لوگوں کی قبریں ہی ان کا عقوبت خانہ بن جاتی ہیں جہاں انہیں صبح و شام دوزخ دکھائی جاتی ہے ان کے بارے میں سورہ المومن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

''ان کے اوپر صبح شام آگ لائی جاتی ہے اور جب قیامت کا دن قائم ہوگا اس وقت حکم ہوگا آل فرعون کو شدید تر عذاب کے سپرد کر دیا جائے'' سورہ المومن آیت 46۔ بدکار لوگوں کیلئے عمومی حکم ہے کہ:۔ کاش تم دیکھ سکو کہ کیسے فرشتے موت کے وقت ان کے نفوس کو وصول کرتے ہیں؟ وہ ان کے چہروں پر مارتے ہیں اور ان کی پیٹھوں پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب آگ کے عذاب کو چکھنے کیلئے تیار ہو جاؤ اور یہ عذاب تمہارے بداعمال کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں سے کیے تھے ورنہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں (سورہ الانفال آیات:51-50)

شہداء کی خصوصی زندگی: برزخ میں جانے والوں میں ایک قابل رشک زندگی شہداء کی ہے یہ وہ خوش بخت نفوس ہیں جو مکمل طور پر آزاد ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں قرآن کریم بڑے واضح طریقہ سے بتاتا ہے کہ وہ اپنی دنیاوی موت کے بعد زندہ ہیں آزادی سے کائنات میں جدھر چاہیں اڑتے پھرتے ہیں جو چاہیں وہ کھاتے پیتے ہیں اور اپنی اس حالت سے وہ بہت خوش ہیں

وہ اپنے نئے مقامات میں دنیا میں پیچھے رہ جانے والے دوستوں کو بھی یاد رکھتے ہیں اور انہیں مل کر خوشخبری دیتے رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:۔

''اور یہ ہرگز گمان نہ کرنا کہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہوگئے ہیں وہ مردہ ہیں' بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب سے رزق پاتے ہیں اور خوش ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا' اور خوشخبری دیتے ہیں اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو' جو ابھی ان سے نہیں ملے ان پر نہ کوئی ڈر ہے اور نہ کوئی غم وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے باعث بہت خوش ہیں اللہ تعالیٰ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا''۔(سورہ آل عمران آیت:169-171)

دعائے مغفرت

کراچی سے بھائی سید جلیس احمد صاحب

چوک اعظم سے بھائی مجاہد محمود کے ماموں اور نانا جی

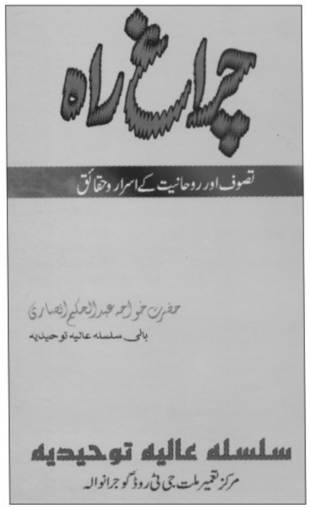
فتح پور سے محمد ندیم صاحب کی ہمشیرہ

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ)

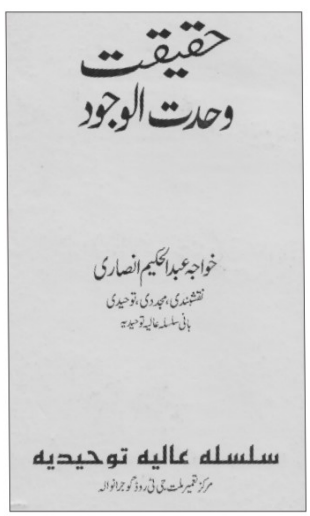
اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

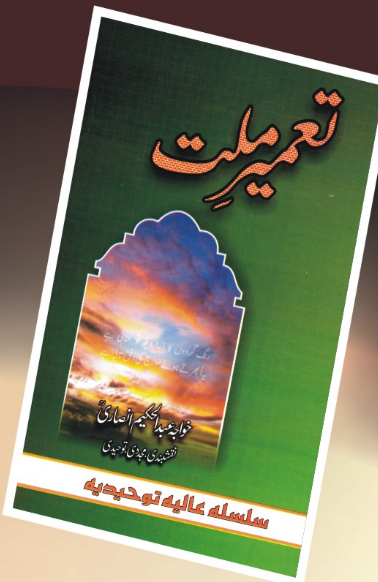


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com